تالیف مین جناب مؤلف نے کافی عرق ریزی کی ہے، امید ہے کہ ریاست ٹونک اسے مستحسن نظرون سے دیکھے گی، تقطیع ۲۰×۲۶ کتابت وطباعت متوسط قیمت ۱۲ ارتبہ:- مولوی سید علی اصغر ناظم نیمار بیڑہ ریاست ٹونک،

ذکریٰ، یہ مولٰنا ابو الکلام آزاد کے ان دو مضامین کا مجموعہ ہے جو مرحوم البلاغ مین "تذکار مقدس" اور افسانہ ہجر ووصال" کے نام سے شائع ہوئے تھے،

تذکار مقدس مین ولادت نبوی کی یادگار قایم رکھنے پر مختلف پہلوؤن سے گفتگو کرنیکے بعد آپ کے رحمۃ للعلمین ہونے پر اپنے مشہور مخصوص رنگ مین اظہار خیال کیا ہے اور افسانہ ہجر ووصال مین مسلمانون کے جمود وخمود پر ماتم کیا گیا ہے اور انکو صراط مستقیم کی طرف دعوت دیگئی ہے ناظم صاحب شرکت ادبیہ علی گڈہ نے اسکو شائع کیا ہے - حجم ۴۸ صفحہ قیمت ۸؍ کتابت وطباعت اعلیٰ - پتہ:- ناظم صاحب شرکت ادبیہ علی گڈہ،

صیدیہ، خواجہ آتش کے مشہور شاگرد میر وزیر علی صبا لکھنوی کی ایک مثنوی کا نام ہے، جس مین نواب محسن الدولہ ونواب منور الدولہ امرائے دربار واجد علی شاہ کے سیر وشکار کے حالات درج ہین اور جناب مولوی ابو البلاغ علاء الدین صاحب خادری ایم اے نے اسے اڈٹ کرکے شایع کیا ہے، اسکی ترتیب وتصحیح مین یورپ کی ترتیب وتصحیح کے تقلید کی کوشش کیگئی ہے ابتدا مین ۹۰ صفحہ کا ایک مقدمہ ہے جو شعر العجم موازنۂ انیس ودبیر اور مقدمہ حالی کا بہترین ملخص تو ضرور ہو سکتا ہے لیکن اگر اس پر اس حیثیت سے نظر ڈالی جائے کہ وہ مثنوی صیدیہ کا مقدمہ ہے تو اس مین بہت کچھ حذف واضافہ کی ضرورت محسوس ہوگی، اور امید ہے کہ طبع ثانی مین مقدمہ پر نظر ثانی کرنے کے بعد مباحث کے ماخذ کے حوالے بھی دیدیئے جائین گے،

حجم ۱۴۴ صفحہ طباعت وکتابت اچھی ہے قیمت عہ؍ پتہ:- نور الدین احمد صاحب منیجر دار البلاغ ہاؤس نمبرہ، ۱۴۸ بنگلہ الہ آباد شاہ گنج

مجلد پانزدہم | ماہ شوال ۱۳۴۳ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۲۵ء | عدد پنجم

مضامین

شذرات

آج کل مسلمانون مین تعداد کی قلت اور کثرت کا مسئلہ درپیش ہے، اور اعداد و شمار کے فن
سے ایک ایک جزئی واقعہ پر ثبوت فراہم کیا جا رہا ہے، ہم یہ نہین کہتے کہ تعداد کی کثرت اور کمیت
کے لئے ہمکو کوشش نہین کرنی چاہئے، خدا احسان جتاتا ہے اذ کنتم قلیلا فکثرکم (مسلمانون جب تم تعداد
مین کم تھے تو تمکو زیادہ کر دیا) لیکن کہنا یہ ہے کہ اس سے زیادہ کوشش افراد کی اندرونی کیفیت کی ترقی
تقویت مین صرف کرنا چاہئے، تاریخ اور مذہبیات کے دفتر کو چھوڑ کر ایک خالص عجمی شاعر کی نگاہ مین
بھی، اصل شئی کمیت نہین کیفیت ہے،

یکے مرد جنگی بہ از صد ہزار،

آج مسلمان تعداد مین اوس سے کم تو نہین جسقدر مکہ مین اسلام کے آغاز مین تھے، ہندوستان
مین اوس سے کم تو نہین جب محمد بن قاسم نے سندھ پر، اور محمود و شہاب الدین نے پراگندہ قوت ہندوستان
پر حملہ کیا اور شکست دی تھی، اوس سے کم تو نہین جب بیس اور تیس تیس ہزار اسلامی فوجون نے
قیصر و کسریٰ کی لاکھون کی تعداد کے لشکر کو زیر و زبر کر ڈالا،

استاذ مرحوم علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ تقریر مین فرمایا تھا کہ مسلمانون کا

تاریخی دفتر اتنا وسیع ہے کہ آج بھی کوئی ایسا واقعہ پیش نہین آتا جسکی نظیر اونکی گذشتہ تاریخ مین نہ ملتی ہو، چنانچہ اس
کثرت و قلت کی تعداد کا سوال بھی آج سے ۱۳ صدیان پیشتر ان کے سامنے آیا اور حل ہو گیا، یعنی اگر مسلمان
واقعی مسلمان ہین، تو انکی نفسیاتی کیفیت اونکی مادی کمیت کی پوری تلافی کرتی ہے، قرآن مجید نے طالوت
و جالوت کے قصہ مین قلیل التعداد مسلمانون کو یہ بشارت سنادی ہے،

کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن اللہ،

کتنی تھوڑی تعداد کی جماعتون نے خدا کے حکم سے بڑی تعداد والون پر غلبہ حاصل کیا،

مگر اس کے لئے شرط کیا ہے، صبر و استقلال، نظم و ترتیب، باہمی اتحاد و محبت، ایثار و قربانی، آنحضرت
صلعم بدر کے تین سو غیر مسلح مسلمان سپاہیون کو قریش کے ایک ہزار غرق آہن لشکر کے مقابلہ مین آسمانی مدد
کا یقین دلاتے ہین، ساتھ ہی خدا فرماتا ہے،

یا ایھا الذین اٰمنوا اذا لقیتم فئة فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون، و اطیعوا اللہ و رسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصٰبرین، (انفال)

ایمان والو! جب تمھارا مقابلہ کسی جماعت سے آپڑے تو ثابت قدم رہو، اور خدا کو بہت یاد کرو، تاکہ کامیاب رہو، اور خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو، اور آپس مین جھگڑا نہ کرو، ورنہ کمزور ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائیگی، اور تم صبر و استقلال سے کام لو، خدا صبر و استقلال کرنے والون کے ساتھ ہے،

کامیابی کے شرائط کیا بتائے ہ؟ ثبات قدم، ذکر الٰہی، احکام الٰہی اور امیر جماعت کی اطاعت اور آپس
مین اتفاق و اتحاد،

اُحد کے غزوہ مین حضور انور صلعم قلیل التعداد مسلمانون کو آسمانی فرشتون کی مدد کی خوشخبری سناتے ہین، خدا فرماتا ہے:-

بلی ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورهم هذا یمددکم ربکم بخمسة آلاف من الملٰئکة مسومین، (آل عمران)

کیون نہین؟ اگر تم صبر و استقلال سے کام لو، اور تقوی اختیار کرو اور آدین وہ تمپر اپنی خوشی سے تو تمھارا پروردگار تمھاری مدد پانچہزار فرشتون سے کریگا،

دیکھو کہ یہ آسمانی مدد بھی رفقائے محمدی کو صرف اُنکے اندرونی کیفیات صبر و استقلال، تقوی اور طہارت کی قید کے ساتھ مل رہی ہے،

خدا نے مسلمانون کی مردم شماری کا قاعدہ خود وضع کر دیا ہے، اگر وہ تعداد مین بہت کم ہون تو ان کا ایک فرد شمار کے وقت دس کے مقابل مین گنا جائیگا، اور اگر تعداد آدھی ہو تو ایک مسلمان دو مسلمان کے مقابل قرار دیا جائیگا،

ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین وان یکن منکم مائة یغلبوا الفا من الذین کفروا بانهم قوم لا یفقهون (انفال)

اگر تم مین صبر و ضبط والے بیس ہون تو وہ دو سو پر غالب آئین گے، اور اگر تم مین سے ایک سو ہون تو کافرون کے ایکہزار پر غالب ہونگے، کیونکہ وہ ناسمجھ لوگ ہین،

مسلمانون کی تعداد بڑھتی ہو تو یہ اونکی کمزوری کا سبب بنجاتی ہے، ارشاد ہوتا ہے،

الئن خفف الله عنکم وعلم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مائة صابرة یغلبوا مائتین

اب خدا نے تخفیف کر دی، اور اس نے جان لیا کہ تم مین ناتوانی ہے، تو اگر تم مین ایک سو مستقل مزاج ہون تو

وان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن الله والله مع الصابرین، (انفال)

دو سو، اور اگر تم مین ایکہزار مستقل مزاج ہون تو دو ہزار پر خدا کے حکم سے غالب آئین گے خدا مستقل مزاجون کے ساتھ ہے،

حنین کے معرکہ مین مسلمانون کے پاؤن پہلے اکھڑ گئے، کیون؟ خدا فرماتا ہے،

ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا (توبہ)

اور حنین کے دن خدا نے تمھاری مدد کی، جب تمھاری کثرت نے تمکو مغرور کر دیا تھا تو اس کثرت نے تم کو کچھ فائدہ نہین دیا،

کیونکہ خدا نے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا،

ولن تغنی عنکم فئتکم شیئا ولو کثرت وان الله مع المومنین، (انفال)

اور تمھاری جماعت گو وہ کتنی ہی زیادہ ہو تمکو ہرگز فائدہ نہ پہنچا سکیگی، خدا ایمان والون کے ساتھ ہے،

شام، کا معرکہ ہے، شہنشاہ روم کی فوجین دل بادل کی طرح امنڈ امنڈ کر آ رہی ہین، دوسری طرف بیس تیس ہزار بے سر و سامان مسلمان ہین، حضرت **معاذ بن جبل** رومیون کی طلب پر سپہ سالار روم کے پاس مسلمانون کی طرف سے سفیر بنکر جاتے ہین، رومی سپہ سالار انکو مخاطب کر کے کہتا ہے:-

تم لوگ ہمارے ملک مین کس غرض سے آئے ہو، ابی سینیا (حبش) کا ملک تم سے قریب ہے، فارس کا بادشاہ مر چکا ہے، اور سلطنت ایک عورت کے ہاتھ مین ہے، ان کو چھوڑ کر تمنے ہماری طرف رخ کیا، حالانکہ ہمارا بادشاہ سب سے بڑا بادشاہ ہے، اور تعداد مین ہم آسمان کے ستارون اور زمین کے ذرون کے برابر ہین،،

اسلام کا پیکر جواب مین گویا ہے:-

"سب سے پہلے ہماری درخواست یہ ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ، ہمارے قبلہ کیطرف نماز پڑھو، شراب پینا چھوڑ دو، سور کا گوشت نہ کھاؤ، اگر تم نے ایسا کیا تو ہم تمہارے بھائی ہین، اگر اسلام لانا منظور نہ ہو تو جزیہ دو، اس سے بھی انکار ہو تو آگے تلوار ہے، اگر تم آسمان کے ستارون کے برابر ہو تو ہمکو قلت اور کثرت کی پروا نہین، ہمارے خدا نے کہا ہے کہ کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة (کتنی چھوٹی تعداد بڑی تعداد کے لوگون پر غالب آجاتی ہے،)

شہنشاہ روم اپنی فوجون کی کثرت، سامان جنگ کی فراوانی، فنون حرب کی مہارت، اور سدا ...
خزانہ کی بہتات کے باوجود اپنی پے در پے شکست اور ان چند گنتی کے مفلس بے سر و سامان مسلمانون کی یکے بعد دیگرے فتح پر سخت متعجب ہے، اہل دربار سے اس پر اسرار واقعہ کی حقیقت دریافت کرتا ہے،

"عرب تم سے زر مین جمعیت مین، سر و سامان مین کم ہین، پھر ان کے مقابلہ مین کیون نہین ٹہر سکتے؟

سب نے ندامت سے گردنین جھکا لین، اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا، لیکن ایک تجربے کار بڈھے نے عرض کی کہ،

"عرب کے اخلاق، ہمارے اخلاق سے اچھے ہین، وہ رات کو عبادت کرتے ہین، دن کو روزے رکھتے ہین کسی پر ظلم نہین کرتے، آپس مین ایک ایک سے برابری کے ساتھ ملتا ہے، ہمارا یہ حال ہے کہ شراب پیتے ہین، بدکاریان کرتے ہین، اقرار کی پابندی نہین کرتے، اورون پر ظلم کرتے ہین، اس کا یہ اثر ہے کہ ان کے ہر کام مین جوش اور استقلال پایا جاتا ہے، اور ہمارا جو کام ہوتا ہے ہمت اور استقلال سے خالی ہوتا ہے"

آہ! کیا آج بھی مسلمانون کی یہی تصویر ہے؟ کہ اگر ہوتی تو تعداد کی قلت و کثرت کا سوال اُن مین نہ ہوتا،

مگر اس پر بھی نظر چاہئے کہ مسلمانون مین اعداد و شمار کا یہ فتنہ کہان سے پیدا ہوا،

سر این فتنہ ز جائیست کہ من می دانم،

یورپ کی اس طرز حکومت سے جس کے ہان یہ اعداد و شمار کا منتر ہر مشکل سوال کا گرہ کشا ہے اسلئے لامحالہ ہر فرقہ کو اپنے اعدادی تفوق کے لئے بیقرار ہو جانا پڑتا ہے، لیکن اس سوال کا کوئی جواب ہے کہ ۹۰ فیصدی عرب فلسطین مین کس اعدادی حساب کے ذریعہ سے ۱۰ فیصدی یہودیون کے ماتحت بنائے جا رہے ہین، اسلئے سمجھ لینا چاہئے کہ یہ وہ منطقی مغالطے ہین، جنسے ہر ملک مین موقع و محل کے مطابق کچھ حکمران قومین کام لینے کی عادی ہین،

اعداد و شمار کی اس بحث کو **تبلیغ** کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہین، یہ مسلمانون کا ایک فریضہ ہے جسکو وہ ہر ملک اور ہر قطعۂ ارض مین ادا کرنے پر مامور ہین، خواہ انکی تعداد وہان زیادہ ہو یا کم ہو، یہ توحید اور رہنمائی کا ایک پیغام ہے جسکو زمین کے گوشہ گوشہ مین اُنکو پہنچانا ہے، خواہ وہ یورپ ہو یا ایشیا، ہندوستان ہو یا چین، یہ فرض اس تخیل کے بغیر ادا ہونا چاہئے کہ اس سے مقصود ہندوستان مین اعدادی تفوق اور نوکریون کے حقوق حاصل کرنا ہین، بلکہ اس عقیدہ کے ساتھ یہ ادا ہونا چاہئے کہ اس سے مقصود انسانی برادری کے ساتھ بھلائی اور نیکی ہے، کیا اگر ہندوستان مین مسلمان دیگر فرقون کے مقابلہ مین زیادہ تعداد رکھتے تو اس وقت یہ فرض ان سے ساقط ہو جاتا، حالانکہ اوس وقت بھی یہ ایسا ہی فرض ہوتا جیسا اس وقت ہے، اسلئے مسئلہ تبلیغ کو تعداد کی قلت و کثرت کے سوال سے کوئی تعلق نہین،

دار المصنفین مین ایک سال سے دو نئے رفقاء کا اضافہ ہوا ہے، مولوی شاہ معین الدین احمد ندوی (ردولی بارہ بنکی) اور مولوی سید ریاست علی ندوی (گیا صوبہ بہار) یہ دونون دار العلوم ندوہ کے فارغ التحصیل ہین، سال بھر سے مطالعہ اور توسیع نظر مین مصروف ہین، آیندہ ان عزیزون کی جانفشانیان بھی دیکھنے مین آئینگی،

مقالات

جزیرۂ عرب
کی
تعلیمی حالت،

سفرِ حجاز کے تعلق سے ملکِ عرب کے مختلف گوشون سے گذرنے کا جو نادر موقع ہم پہنچا اُس ہم نے فائدہ اٹھانے مین پوری جد وجہد کی تاہم چونکہ ان ملکون مین، اخبارات، فن شمار، روداد نظم ونسق اور دیگر ضروری تنظیمی امور کی سہولتین موجود نہین ہین، اس لئے ظاہر ہے کہ اس قسم کے بالکل صحیح کامل اور پورے استقصار کے ساتھ واقعات معلوم نہین ہوسکتے، سفرِ حجاز مین ہمارا پہلا بحری پڑاؤ حضرموت کے ساحلی ملک پر ہوا، جس کو اب مکلا کہتے ہین، دوسرا مقام عدن مین ہوا، جو یمن کا ٹکڑا ہے، اور تیسرا جدہ مین جو حجاز کا بندر ہے اور اس کے بعد مصر جاتے ہوے، ینبوع اور الوجہ کی جہازہی پر سے زیارت کی جن مقامات مین ہمکو اترنے کا موقع ملا، اور وہان ملک کے دوسرے حصون کے باخبر باشندون سے ملاقات کا اتفاق ہوا توان کے صوبون کے حالات ان سے دریافت کئے، اسطرح ملکِ عرب کے سیاسی، تعلیمی، اور مذہبی حالات کا اچھا خاصہ ذخیرہ فراہم ہوگیا ہے، جو رفتہ رفتہ ابنائے ملت کے سامنے آتا جائیگا،

اس سے پہلے کہ آگے بڑھین، خود غرض خلفاء اور سلاطین کا اس باب مین گلہ کرلینا ضروری

ہر شخص کو جو تاریخِ اسلام سے واقف ہے یہ بالکل روشن طریقہ سے نظر آتا ہے، کہ اسلام کے طلوع کے ساتھ ہی عرب کے ذرے علم وعرفان کی روشنی سے چمکنے لگے، لکھنا پڑھنا جو عرب مین عار سمجھا جاتا تھا، وہ اسلام کے عہد مین فخر ومباہات کا کارنامہ بنگیا، قریش کے غریب بدوی قیدیون کا زرِ فدیہ یہ قرار پایا کہ انصار کے لڑکون کو لکھنا پڑھنا سکھادین، اصحابِ صفہ کی درسگاہ قائم ہوئی، مکتبِ شبانہ قائم ہوا، بعض صحابہؓ کو عربی کے علاوہ دوسری زبان کے سیکھنے کا حکم ہوا، اور انھون نے تعمیل کی، بڑے بڑے صحابہؓ معلم بناکر دور دور کے صوبون مین بھیجے گئے، یہ سب کچھ عہدِ نبوی مین ہوا، خلافتِ راشدہ کا دور آیا تو اسباب کی فراوانی کے باعث یہ اہتمام اور بڑھ گیا، بدویون کی تعلیم اور ان کے بچون کو قرآن پڑھانے کے لئے معلم مقرر ہوئے تعلیم کے وظیفے جاری ہوئے، یہان تک کہ عرب کے گوشون گوشون تک علم کا سیلاب بہ گیا، اموی دور مین اگر اس اہتمام مین اضافہ نہ ہوا، تو کوئی خاص کمی کی بھی کوشش نہین کیگئی، چنانچہ اس عہد مین مدینہ منورہ دار العلم تھا، مسجدِ نبوی کی درسگاہ کی اہمیت آجکل کے جامع ازہر سے کہین زیادہ تھی، جہان دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک کے انسان طلبِ علم کے لئے امڈے چلے آتے تھے اس عہد مین مسجدِ نبوی کی درسگاہ کی وسعت کیا تھی، اوسکی تفصیل دیکھنا چاہو تو **حیاتِ مالکؒ** کے چند صفحے پڑھ لو، جو اسی سیہ کار کے قلم کے نقوش ہین، تاہم سرسری نظر سے اسکی جغرافی وسعت کا حال یہ تھا کہ اس مین ایشیا، افریقہ اور یورپ کا کوئی اسلامی ملک نہ تھا جو اپنی علمی تشنگی کی سیرابی کیلئے اس ریگستان کا رخ نہ کرتا ہو، امام مالک کی درسگاہ مین بلادِ **عرب** مین سے مکہ، صنعاء، بر، سیراف، عدن، طائف، یمامہ، ہجر، حضرموت، زبید، فدک، اور تبقار، **شام** کے شہرون مین سے دمشق، عسقلان، خلاط، مصیصہ، بیروت، حمص، طرسوس، رملہ، نصیبین، حلب، بیت المقدس، اردن، صور، انطاکیہ، **عراق**، سے بغداد، بصرہ، کوفہ، حران، موصل، جزیرہ، واسط، انبار، نہروان، **عجم** کے خطے سے جرجان، کرمان، ہمدان، رے، طالقان، نیشاپور، طبرستان، مرو، سرخس

طوس، مدائن، قزوین، کوہستان، جرجان، آمد، کردستان، دینور، بلوچستان، **ترکستان**، کے علاوہ ان
سے، ہراۃ، بخارا، سمرقند، خوارزم، ترمذ، بلخ، نسا، **مصر**، کی سرزمین سے مصر، اسکندریہ، فیوم، اسوان، تنیس
اور **افریقہ**، کے دیگر ملکون مین سے افریقیہ، تیونس، قیروان، برقہ، طرابلس، مراکش، اور **یورپ** کی
آبادیون سے طلیطلہ، لبسط، باجہ، قرطبہ، سرقسطہ، صقلیہ، (سسلی واقع اٹلی) اور **ایشیائے کوچک**
کی آخری سرحد ازمیر (سمرنا) تک کے حلقہ بگوشان علم جمع تھے، کیا آج اس سیر و سفر کی اس آسانی اور
آمد و رفت کی اس فراوانی اور علم کی اس ترقی کے عہد مین دنیا کی کسی درسگاہ مین ممالک کی یہ بوقلمونی
اور اقوام کی یہ نیرنگی نظر آتی ہے، یہ عرب کی تعلیمی وسعت کا کبھی نقشہ تھا، مگر خلافتِ عباسیہ کی عجمی سیاست
آرائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ رفتہ رفتہ محض سیاسی اغراض سے عربون کو آہستہ آہستہ ریگستانِ عرب کے فطری ذوق
پر تھپک تھپک کر سلا دیا گیا، اس کے بعد بھی جس قدر خلفا اور سلاطین پیدا ہوتے گئے، انھون نے گو مکہ معظمہ
اور مدینہ منورہ مین مدرسے بھی بنائے، کتبخانے بھی قائم کئے، وظیفے بھی جاری کئے، تنخواہین بھی مقرر کین
مگر خاص عربون نے ان سے بہت کم فائدہ اٹھایا، یہ سب بیرونی، آفاقی، اور مہاجرین تھے، **یمن**
البتہ اس عرصہ مین اپنی مستقل سیاسی زندگی قائم کر کے اپنی علمی و تعلیمی حیثیت کو بہت کچھ سنبھالے رہا،
دولت عثمانیہ کے قبضہ مین بھی جب ان ممالک کی باگ آئی، تو پرانی سیاست مین کوئی تغیر نہین
ہوا، سلطان عبدالحمید خان نے اپنے زمانہ مین مکاتب عشائر (بدوی قبیلون کے مکاتب) کی تجویز پر کچھ
عمل کیا، اور مفتی دحلان نے ان کو کچھ دن چلایا، مگر دس برس کے بعد انھون نے ہمت ہار دی اور اس
کے بعد نوجوان ترکون نے عرب کے بڑے شہرون مین ابتدائی اسکولون کی بنیاد ڈالی، لیکن چونکہ ان کے
سر پر ترکی قومیت کا بھوت سوار تھا، اسلئے ان اسکولون مین عربون کی تعلیم سے زیادہ یہ مقصد پیش نظر
تھا کہ عربون مین ترکی زبان رواج پائے، تاکہ یہ پھیل کر عربی کی جگہ لے لے، اور اس طرح عرب قوم ترکی
قوم مین مدغم ہو جائے، عربون نے اس تحریک کی مخالفت کی، نتیجہ یہ ہوا کہ ان مدرسون کے ذریعہ سے ان

ملکون مین تعلیم کو ہر دلعزیزی حاصل نہ ہو سکی، تاہم اس سے نوجوانون مین ایک جنبش پیدا ہو چلی تھی،
عرب قوم فطرۃً نہایت ذہین ہے، بڑے سے بڑے عرب کو آپ نشست و برخاست،
لباس، آداب، گفتگو مین بالکل مہذب پائین گے، اور انکو مشکل سے یقین آئیگا کہ یہ لکھنے پڑھنے سے عاری ہین،
جب دریافت کیجیگا تو معلوم ہوگا کہ حروف ابجد سے بھی یہ آشنا نہین، بمبئی سے چلکر آپ کا جہاز عرب کے
سواحل پر ٹھہرنا شروع کریگا، تو عرب خوانچہ فروش مچھلی والے، انڈے والے، سگریٹ والے معمولی
سے بھی کمتر تاجر آئین گے، اور آپ سے باتین کرین گے، اور ایک نظر آپ کی صورت پر ڈال کر ٹھیک
آپ ہی کی زبان مین باتین شروع کر دین گے، ایک ہی منھ سے انکو اردو، فارسی، ترکی، بربری، انگریزی
فرنچ، اٹالین، غرض ان تمام زبانون کو بولتے ہوئے جنکے جہازات ان بندرگاہون سے گذرتے ہین دیکھکر
عجب حیرت ہوتی ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ زبانون کی واقفیت معمولی اور سطحی ہوتی ہے، تاہم ان جاہلون
کی یہ دماغی قابلیت مدح و ستائش کی مستحق ہے، اور زمین کے بار آور ہونے کا پتہ دیتی ہے،

مکلا، حضرت موت کا ساحلی علاقہ ہے، جو سمندر کے کنارے عمان کے پاس سے
حج (یمن) کی سرحد تک چلا گیا ہے چار لاکھ کی آبادی ہے، ایک سو تیس چھوٹی بڑی آبادیان ہین،
لاکھ سال کی آمدنی ہے، خود شہر مکلا کی آبادی تیس چالیس ہزار ہے، اور یہ سب کے سب مسلمان
ہین، لیکن اتنی بڑی تعداد کی تعلیم کا حال پوچھو تو صفر ہے، سید حسین صاحب محضار، یہان کے وزیر
مختار اور حاکم کل ہین، انھون نے اپنی مہربانی سے ہم کو مدعو کیا، اور تقریباً نصف دن تک ان کا ساتھ
رہا، ہر قسم کی باتین ہوئین، لیکن دیکھا کہ تعلیم کی اہمیت ابھی تک اُن کے خیال مین نہین، میرے
سوال پر انھون نے بتایا کہ یہان چھوٹے بڑے کل تیس مکتب اور چھوٹے چھوٹے مدرسے ہین جنمین
لڑکے قرآن مجید اور کچھ دینیات پڑھ لیتے ہین، حضرت موت کا بالائی حصہ، جسکو اب اصلی حضرموت
کہتے ہین، اور جسکا پایۂ تخت تریم ہے، مجھے بتایا گیا ہے کہ وہان پرانے طرز کے بہت سے دینی مدرسے

ہین، مگر صحیح تعداد نہ معلوم ہوسکی،

عدن، جو یمن کا حصہ ہے اور جو ایک مدت سے انگریزون کے قبضہ مین ہے، نقشہ مین تو بلاد یمن کے نام سے برابر تبعہ انگریزی قبضہ مین دکھایا گیا ہے، مگر عملاً شہر کے حدود سے باہر چند میل ادھر اودھر تک انگریزی تسلط ہے، گو یہ شہر اب انتظام اور اثر کے لحاظ سے بمبئی کا ایک ٹکڑا بن وہان گجراتی بنیے اور پارسی بھی ہین مگر تعداد کثیر عربی ہی بولنے والون کی ہے، وہ خواہ خالص عرب ہون یا حبشی، عدن کو یہ دوسری دفعہ دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے، ملک عرب مین یہ انگریزی تمدن کا گہوارہ بنتا جاتا ہے، لباس مین کوٹ پتلون داخل ہورہا ہے انگریزی فیشن بال، اور چہرون کی صفائی کا عام رواج ہے، مگر کیا اس سے ہم یہ نتیجہ نکالین کہ بمبئی جیسے صوبہ کے ماتحت ہوکر یہان تعلیم کی ترقی روز افزون ہے؟

عدن کی گلیون مین جابجا قرآن پاک اور چھوٹے بچون کے دینی مکتب ہم کو نظر آئے، دریافت سے معلوم ہوا کہ یہان اس قسم کے تو ۲۵ کے قریب مکتب ہین، وسط شہر مین ایک عمدہ مقام پر ہم کو ایک اسلامی مدرسہ کی عمارت نظر آئی جس مین کچھ حساب، کچھ اور دنیوی چیزین اور قرآن اور دینیات کی تعلیم ہوتی ہے، سرکار کی طرف سے ایک اسکول بھی قائم ہے، جس مین انگریزی فرنچ اور عربی زبانین پڑھائی جاتی ہین تاکہ یہان کے طلبہ اس مقبوضہ خاص کی کار کی انتظام مین مدد دے سکین، اس اسکول کے ایک تعلیم یافتہ ملازم سرکار عرب نوجوان کو بھی دیکھا، جو عربی انگریزی کے مخلوط لباس مین تھا، اور یہ سنکر آپ حیرت کرینگے، کہ انکی عربی بولی سے زیادہ ہم انکی انگریزی گفتگو سمجھ رہے تھے، عدن کے قریب ہی **لحج** کی عربی ریاست ہے جو بالکل انگریزی اقتدار کے تحت مین ہے، سلطان فضل سلطان لحج کے نام سے یہان مدرسہ فضلیہ قائم ہے، جس مین جدید علوم کی مصری تصنیفات کے ذریعہ تعلیم دی جاتی ہے،

یمن کے اندرونی علاقہ مین، صنعاء، زبید وغیرہ ممتاز شہرون مین ہمنے سنا کہ پرانے قسم کے دینی مدرسے اچھی تعداد مین موجود ہین، جہان علماء پرانے طریق پر درس دیتے ہین، ترکون نے اپنے آخری عہد مین یہان سرکاری مدرسے قائم کئے تھے جن مین ترکی کے ساتھ حساب، جغرافیہ اور جدید مختصر علوم کی ابتدائی تعلیم مفت دیجاتی تھی، اور کامیاب تھی، ۱۹۲۰ء مین یورپ سے واپس آتے ہوئے مصوع (عدن کے مقابل اٹلی کا افریقی مقبوضہ) مین ایک یمنی طالب علم سے ملنے کا موقع ملا تھا، جو اسی ترکی مدرسہ کا پڑھا ہوا تھا، نہایت باخبر، پرجوش، اور واقف کار تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مدرسون نے خواہ وہ کسی نیت سے قائم کئے گئے ہون، یمن کی پرانی سطح مین ضرور جنبش پیدا کردی ہے، ترکون کے بعد یہ نئے مدارس کل بند ہوگئے ہین، البتہ ایک مدرسہ حربیہ قائم ہے، جس مین یمنی بچون کو فنون جنگ کی تعلیم دی جاتی ہے،

اس سفر مین ہماری تیسری منزل عرب کے سواحل پر جدہ تھی، اس سفر سے پہلے حجاز کے حالات القبلہ کے ذریعہ سے ہم کو جو کچھ پہنچ رہے تھے، اس سے معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب حجاز علم و فن کا ابر امر کو بنجائیگا، آج حربی کالج کھلا، کل زرعی مدرسہ کھلا، پرسون مدرسہ راقیہ، اور ترسون مدرسہ زاہرہ، اور مدارس ہاشمیہ کی تو ہر روز نئی فہرست ہوتی تھی، مگر ع خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا،

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کی عزت حاصل نہین ہوئی لیکن جدہ مین جو کچھ معلوم ہوا وہ یہ تھا کہ حجاز کی پوری وسعت مین جو کئی سو میل لمبا ہے اور تقریباً تین لاکھ آبادی کا مالک ہے، صرف مکہ معظمہ مین کچھ مدرسون کا وجود ہے، خیر دولت عثمانیہ تو سرتاپا قصوروار ہے کہ اس نے عرب کیلئے کچھ نہین کیا، لیکن سوال یہ ہے کہ ذمہ دار دولت عربیہ ہاشمیہ نے اپنے دہ سالہ عہدہ مین کیا کیا، کتنے مقامات پر نئے مدرسے جاری کئے، کتنے قبائل مین مکتب جاری ہوئے، طلبہ کی کس قدر تعداد

بڑھی، اس کا کوئی جواب نہین ملسکتا، حالانکہ اسیقدر عرصہ مین ایک دوسرا اسلامی ملک افغانستان کہان سے کہان بڑھ گیا، آمدنی کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ترکون کے وقت مین حجاز کی آمدنی زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ پونڈ تھی، لیکن شریف کے عہد مین وہ کم از کم ۱۰ لاکھ پونڈ تک پہنچ گئی، مگر اس کا کتنا حصہ ملک کی تعلیم و تنظیم و ترقی مین خرچ ہوا، ترک یہان سے ایک لاکھ پونڈ حاصل کرتے تھے، اور دس لاکھ پونڈ سالانہ اس پر خرچ کرتے تھے گو افسوس ہے کہ اس دس لاکھ پونڈ سالانہ کی کثیر رقم محض جاہل اماموں، موذنون، مطوفون اور خادمون کی شکم سیری مین صرف ہوتی تھی،

مکہ معظمہ مین دو قسم کے طریقۂ تعلیم جاری تھے اور ہین، ایک بے قاعدہ تعلیم یعنی حرم شریف مین مختلف وظیفہ خوار مدرسین بیٹھکر طالب علمون کو درس دیا کرتے ہین، ان درسون مین زیادہ تر جاوی طلبہ بیٹھتے ہین، جو فراغت کے گھنٹون مین محنت مزدوری کرتے ہین، اور درس کے گھنٹون مین پڑھتے ہین، حرم کے ان مدرسین کو جنکی تعداد تیس کے قریب تھی، سو سے ڈیڑھ سو قرش تک سالانہ وظیفہ دیا جاتا تھا، ظاہر ہے کہ ایسے پراگندہ دل لوگون سے علم کی ترقی کی کیا امید ہوسکتی ہے؟ ترکی کے آخر عہد مین مکہ مین جدید علوم کے دو نئے مدرسے گویا سرکاری اسکولون کی حیثیت سے کھلے تھے، اور ایک اسی طرز کا بڑا مدرسہ اعدادیہ یعنی ہائی اسکول مدینہ منورہ مین قائم ہوا تھا، مدینہ یونیورسٹی کی اسکیم بھی تیار ہو چکی تھی، مگر یہ سب انقلاب حجاز کی نذر ہوگئے،

مکہ معظمہ مین قرآن و تجوید کے مکتبون کو چھوڑ کر ہندوستان کے عربی مدارس کے طرز پر اگر کوئی مدرسہ ہے تو وہ مدرسۂ صولتیہ ہے، جو ہندوستان کے مشہور عالم مولٰنا رحمۃ اللہ صاحب کیرانوی (مظفر نگر) مصنف اظہار الحق مہاجر کا قائم کیا ہوا ہے، یہ مدرسہ سنہ ۱۲۹۳ھ مین قائم ہوا تھا، اور اب تک اپنے کارکنون کے خلوص اور جانفشانی سے چلا جا رہا ہے، یہ تمامتر ہندوستانی چندون سے چل رہا ہے، مجھے جدہ مین معلوم ہوا کہ حکومت نے اسکو کبھی کبھی مدد دینی چاہی تو مہتمم صاحب نے

ہمکو انکار کر دیا کہ یہ تو غریب ہندوستانیون ہی کے روپئے سے چلے گا، مگر افسوس ہے کہ امیر ہندوستانیون کو اپنے ہموطن کی اس شان بے نیازی کی خبر نہین، اس وقت حجاز مین علم کی جو کچھ بھی روشنی ہے، اور علوم دینی کی بقا کا جو کچھ سامان ہے وہ اسی مدرسۂ صولتیہ کے بدولت ہے، ورنہ وہان خدا کے نام کے سوا اور کچھ اسوقت نہ ہوتا، یہان مختلف ملکون کے کئی سو طالب علم ہین، مگر سامان ناپید ہے، تمام اہل حجاز مین صرف ایک شخص ہے جسکو اپنے ہموطنون کی تعلیم کی اصلی دھن ہے، وہ محمد علی زین رضا ہے، زین رضا کا خاندان گو اصل مین ایرانی ہے، مگر پچاس برس سے وہ جدہ مین مقیم ہے، اور غلہ کی تجارت اور جہاز رانی کی ایجنسیون کے ذریعہ سے کافی دولتمند ہے، محمد علی زین پیرس مین موتیون کی تجارت کرتے ہین، غالباً ترکی کے انقلاب کے بعد سے انھون نے حجاز مین جدید طرز تعلیم کی بنیاد ڈالنے کا خیال پیدا کیا، مولانا شبلی مرحوم زندہ تھے ان سے اس بارے مین محمد علی زین کبھی کبھی مشورے لیا کرتے تھے، سب سے پہلے جدہ مین انھون نے مدرسۃ الفلاح کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا پھر اسی کی شاخ مکہ معظمہ مین بھی قائم ہوئی، اس مدرسہ کا نصاب مین نے دیکھا ہے، یہ مصری مدرسون کی طرز پر قدیم و جدید علوم کو ملا کر ترتیب دیا گیا ہے، ترتیب اچھی اور تحسین کے قابل ہے، اس مین حساب، جغرافیہ، تاریخ، سیرۃ نبوی اور بہی کھاتے کے حساب کی تعلیم مفید نتیجے پیدا کر سکتی ہے.

حجاز کی نئی حکومت نے چند ابتدائی مدرسے قائم کئے تھے، جنکو پرائمری کہنا چاہئے، مگر جو طریقۂ تعلیم اور جس قسم کے اساتذہ اس کے لئے نوکر رکھے گئے تھے ان کے لحاظ سے انکا مٹ ہی جانا اچھا ہوا، ان درسون کا خاص مطلب یہ تھا کہ یہان اب مسلمان نہین بلکہ عرب قوم پرست نوجوان پیدا ہون جو ترکون کے چلے جانے کے بعد، حجازی حکومت کے دفترون کا کاروبار چلا سکین،

نجد کے حملہ کے بعد سے حجازی حکومت کے یہ مکتب خود بخود بند ہوگئے، تم کہوگے کہ یہ جنگ کا لازمی نتیجہ ہونا چاہئے تھا، مگر مین کہونگا کہ مدرسۂ صولتیہ وہین اسی طرح چل رہا ہے، پھر مین کہونگا کہ جدہ تو

ابھی جاہل و خونریز نجدیون کے قبضہ مین نہین ۱

تیس چالیس ہزار کی آبادی ہے، مگر ایک سرکاری مدرسہ کا بھی وہان وجو نہین، حجازی حکومت مین تعلیم کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ مدرستہ الفلاح ہی کے ایک مدرس سید طاہر دباغ جنکا طغرائے امتیاز یہ ہے کہ انھون نے مصر مین تعلیم پائی ہے، اور اخبارات پڑھکر "روشن خیال" ہو گئے ہین، عربی انشار پرداز ہین، اور وہی گویا حجاز کی علمی و تعلیمی کشتی کے ناخدا ہین، وہ حجاز کے **وزیر مال** اور وزیر **تعلیمات** ایک ساتھ ہین؛ "علم و مال کی اس یکجائی کی نادر ترین اور کمیاب مثال ارض حرم کے سوا اور کہان نظر آسکتی ہے ،؟

مین نے جدہ کے اثنائے قیام مین اکتا کر اور دوسری حیثیتون سے اس شہر پہ نظر ڈالنی چاہی، سب سے پہلے تعلیم پہ نگاہ پڑی، عبداللہ زین علی رضا جو جدہ کے قائم مقام (گورنر) ہین، اور نہایت مخلص، ہوشمند، سنجیدہ اور دیندار بزرگ ہین، اور ہم ارکان وفد پہ لطف و کرم بھی فرماتے تھے، ان سے ذکر کیا کہ یہان کے مدرسون کو دیکھنا چاہتا ہون، انھون نے وعدہ کیا کہ "سیدنا" (یہ یہان بادشاہ کا تعظیمی لقب ہے) سے اجازت لیکر اسکی تعمیل کرونگا، چند روز کے بعد ہمارے دوست سید طاہر دباغ وزیر تعلیمات آئے، اور اپنے ساتھ لیکر چلے، مگر کہان کبھی سرکاری مدرسہ مین نہین کہ جدہ مین اس کا وجود نہین، بلکہ محمد علی زین کے واحد مدرستہ الفلاح مین، مدرسہ کی عمارت شہر سے باہر مگر شہر سے ملحق ہے، چھوٹی سی نئی عمارت ہے جو خاص اسی مدرسہ کے لئے بنائی گئی ہے، خاصی عمدہ ہے، اسی کے قریب ایک پرانی عمارت مین دارالاقامہ ہے،

غالباً اس مدرسہ مین آٹھ درجے اس وقت زیر تعلیم تھے، بنچون پر طلبہ کی نشست تھی اور اساتذہ کے لئے کرسیان تھین، ایک بڑا ہال عام اغراض کے لئے تھا، کارکنان مدرسہ نے نہایت عزت و مہربانی کے ساتھ قبول کیا، اور ایک ایک درجہ کا معائنہ کرایا، مین نے ہر درجہ مین طلبہ کا کسی نہ کسی

مضمون مین امتحان لیا، کیا عجیب بات تھی کہ ایک عجمی قحطان و عدنان کی یادگارون کا امتحان لے رہا تھا، ہم جس عمر کے بچون کو یہان صرف میر اور پنج گنج مین دیکھنے کے عادی تھے، وہان انکو جلالین پڑھتے ہوئے دیکھکر سخت حیرت ہوتی تھی، ہر درجہ کے طلبہ ہماری آمد پہ سروقد کھڑے ہوجاتے تھے، اور پورا درجہ کورس کی صورت مین ملکر مہمان کے خیر مقدم کا ایک ترانہ اپنے خاص عرب انداز مین پڑھتا تھا، ان ترانون کو سنکر ہم پر کیا کیفیت ہوتی تھی، اسکی تصویر زبان و قلم سے نہین کھینچ سکتی، ایک چھوٹے سے عرب بچہ نے قوم عرب کے مفاخر پر جب پرغرور انداز مین ایک تقریر کی تو روح جوش مسرت سے رقصان تھی، ایک دوسرے عرب لڑکے نے بڑھکر جب ایک عرب رجز پڑھکر سنایا تو بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے، ہم نے دیکھا کہ نظم و تقریر دونون مین خون کی بارش ہو رہی تھی، اور تلوار کی بجلیان کوندرہی تھین، رجز کے ایک مصرع کا مطلب تھا "ہم وہ عرب ہین کہ جب لڑائی مین نکلتے تھے، تو آسمان جھک جاتا تھا، اور زمین کانپ جاتی تھی" تاریخ کا کونسا صفحہ ہے، جو ان معصومون کے اس دعوی کی تکذیب کی جرأت کرسکے، اس کے بعد ایک عرب بچہ نے جب قرآن کی چند آیتین پڑھکر سنائین، تو معلوم ہوا کہ تمام عمر مین ہمنے قرآن آج سنا ہے، اور مجلس پر ایک کیفیت طاری تھی، عرب کی خاک اب بھی جوہر رکھتی ہے، مگر موافق آب و ہوا کی ضرورت ہے،

ہم نے کارکنان مدرسہ سے ان تمام رجزون اور ترانون کو مانگا تھا، مگر وہ تقاضون پر بھی ایفائے وعدہ نہ کرسکے، اگر اس وقت وہ موجود ہوتے تو ناظرین بھی ان سے لطف اٹھا سکتے،

مدرسہ کے نصاب مین یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ فقہ، عقائد، حدیث اور تفسیر کے ساتھ ساتھ ابتدائی علوم حساب، جغرافیہ، نقشہ کشی، اور تجارتی حسابون کے رکھنے کی تعلیم بھی دیجاتی ہے، تاریخ عرب اور سیرۂ نبوی کی وہ درسی کتابین جو ابھی حال مین مصر مین چھپی ہین وہ بھی پڑھائی

جاتی ہین، ایک بچہ سے جسکے سامنے سیرۃ نبوی کی ایک مختصر زیر درس کتاب کھلی تھی مین نے نسب نبوی کو پوچھا تو اس نے شروع سے آخر تک نام بنام فلان بن فلان کرکے زبانی بترتیب بتا دیا، مجھے اس وقت محسوس ہو رہا تھا کہ اسکو ان نامون پر جو اسی کی قوم کے گزشتہ اسلاف کے تھے، ایک خاص قومی عز و افتخار ہے، یہ بھی عجیب سمان تھا،

غرض روحانی کیفیتون کا بڑا ذخیرہ لے کر ہم اپنے فرودگاہ پر واپس آئے، ہمنے وزیر تعلیم سے شہر کے سرکاری مدرسہ کا حال پوچھا تو انھون نے جواب دیا کہ وہ مکہ کے پناہ گزینون کے نذر ہوگیا، لیکن ایک دفعہ ایک سڑک سے گذرنے کا اتفاق ہوا تو ایک مختصر سی معمولی عمارت پر نہایت عمدہ خط ثلث مین "مدرسۃ الحکومۃ العربیۃ الہاشمیۃ" کا سائن بورڈ لکھا ہوا ملا، اندر جھانک کر دیکھا تو لڑکون کے بجائے وہان اونٹ ہی اونٹ بندھے نظر آئے،

امین ریحانی شام کے ایک عیسائی تعلیم یافتہ صاحب قلم سے جو عرب قوم پرست ہین اور جنھون نے تمام عرب ریاستون کی سیر کی ہے، دریافت کیا تو انھون نے بتایا کہ تمام عرب بلکہ تمام عرب ریاستون مین نئی تعلیم کا سب سے زیادہ چرچا کویت مین ہے اور وہان اس باب مین خاص ترقی ہے، مگر ہم مسلمانان ہند کو بتا دینا چاہتے ہین کہ مسلمان ہون یا عیسائی تمام عرب قوم پرست نوجوان آج جس تعلیم کے لئے کوشان ہین، اور جس رنگ مین وہ عرب کو آیندہ دیکھنا چاہتے ہین، وہ یہ ہو کہ وہ مذہبی جذبات سے عاری، اسلام سے خالی، مادیات سے لبریز اور فرنگی اخلاق و تمدن سے آراستہ ہو، جسکی نظر مین قومیت کی بنا پر ایک عیسائی عرب سینکڑون عجمی مسلمانون سے زیادہ معزز اور محترم ہو اور جسکی نگاہ مین نعوذ باللہ محمد رسول اللہ صلعم اور ابوجہل دونون برابر کے قومی ہیرو ہون، کیا دنیائے اسلام کے مرکز کی اس روحانی و اخلاقی تباہی کو گوارا کریگی،

دعوت ز دست میرد و داروی می کشد　　گر گردن است چارۂ درد درون کنید

بحر ابیض متوسط اور ممالک اٹلی کی اسلامی فتوحات

سیاسی، تمدنی، معاشرتی اور علمی اثرات،

(نوین صدی سے تیرہوین صدی تک)

از

مولوی ابو الحسنات صاحب ندوی مرحوم

جنوبی یورپ مین اسلامی فتوحات کا سیلاب جس طرح بڑھا اور گھٹا اسکی تفصیل گذشتہ اشاعت مین لکھی جاچکی ہے، اب یہ دکھلانا ہے کہ جس طرح سیلاب کے گھٹ جانے کے بعد اسکی بہت سی نشانیان تر سطح زمین پر رہجاتی ہین اسی طرح ان ممالک مین اسلامی سیل فتح و نصرت کے گھٹ جانے کے بعد بھی اسکی بہت سی نشانیان باقی رہگئین، مسلمانون کے پاس صرف تلوار ہی نہ تھی بلکہ تہذیب و تمدن، علوم و فنون اور صنعت و تجارت یہ سب چیزین تھین، اور ان یورپین ممالک پر صرف انکی تلوار نے نہین بلکہ ان کی تہذیب و تمدن، ان کے علوم و فنون اور انکی صنعت و تجارت نے بھی فتح پائی تھی، تلوار کی فتح نہایت سرعت کے ساتھ وجود پذیر ہوتی ہے، اور سرعت ہی کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے، لیکن تمدنی علمی اور صنعتی فتوحات کا حال اس سے بالکل مختلف ہوتا ہے، چنانچہ ان ممالک مین اسلامی تلوار کی فتوحات کا سلسلہ نوین صدی عیسوی کے آغاز سے شروع ہوا اور گیارہوین صدی کے ختم ہوتے ہوتے تک ان کے تمام اقطاع و اکناف مین اس کا خاتمہ ہوگیا، بخلاف اس کے تمدنی،

علمی اور صنعتی فتوحات اس وقت تک باقی رہین جبتک کہ انھون نے یورپ کی موجودہ تمدنی علمی اور صنعتی ترقی کو پیدا نہ کر لیا،

ایک یورپین مصنف (مسٹر اسکاٹ) عربونکی شکست کے بعد بھی انکی تمدنی وعلمی فتوحات کے بقار کی شہادت اسطرح دیتا ہے کہ "بہت سی باتون مین عربون کی اعلیٰ تہذیب نے یورپ کے مغربی ممالک کے نیم وحشیون کی عادات واطوار پر بہت غیر معمولی اثر ڈالا تھا، مؤخر الذکر جماعت کی خشونت کم ہوگئی ان مین کسیقدر لطافت اور تہذیب آگئی، ہمسرون کے ساتھ ملنے جلنے مین انکی بدتمیزی اب کم ظاہر ہونے لگی، اپنے سے کم تر درجہ کے لوگون کے ساتھ جو بیرحمانہ اور ظالمانہ سلوک پہلے تھا اب اتنا نہین رہگیا، عربی اور یہودی طبیب جو اس زمانہ مین اپنے فن کے ماہر وکامل تھے، نارمن روسار امرا اور سلاطین کے یہان اب بھی معزز تھے، عرب سیاست دان اور ماہر فنونِ مالیہ اب بھی انکے نزدیک موقر ومحترم تھے، اور ان سے بڑی بڑی تنخواہین پاتے تھے"

"جو اصول حکمرانی (عرب) امیرون نے مقرر کیا تھا اسی کو نارمنون نے قائم رکھا، وزرار اور حکام دیوانی وفوجداری سب مسلمان ہوتے تھے، یہی محکمۂ مال وخزانہ کے مہتمم تھے اور یہی عدل وانصاف کے ناظر، یہ تسلیم کر لیا گیا تھا کہ تمام لوگون کی زبان عربی رہے، اسی کو وہ بولین اور لکھین اسی پر بس نہین ہوا بلکہ قانون اور دستور العمل جتنے لکھے جاتے اور شائع ہوتے تھے وہ سب عربی زبان مین ہوتے تھے، حتی کہ اصطلات قانونی اور زبان عدالت بھی عربی ہی تھی، خاندان ڈی ہاٹ ول "DE HAUT VILLE" کے بادشاہون نے جو عمارتین بنائی ہین ان کے دروازون کی پیشانیون پر جو کتبے ہین وہ سب اسلامی مذاق کے ہین، نارمنون کے سکون پر قرآن کی آیات اور سنہ ہجری مسکوک ہوتا تھا، لباس، رسوم، دربارون کے آداب اور آپس کے میل جول کے اخلاق سب کے سب ایشیائی تھے، چتر فاطمیین مصر کی خاص چیز تھی لیکن نارمن سلاطین بھی اس کو اپنے ہم

دربارون کے موقع پر لگاتے تھے، ارکین سلطنت اور بڑے بڑے معزز اشخاص کے کپڑون پر عربی عبارتین کڑھی ہوتی تھین، اسلامی مذاق کی ہمہ گیری پادریون کے فرقہ کو بھی متاثر کر چکی تھی انتہا یہ ہے کہ گرجاؤن اور مقدس مکانون کی سجاوٹ قرآن مجید کی آیات لکھکر کیجاتی تھی، حالانکہ قرآن مجید وہ کتاب ہے جسکی چیدہ چیدہ تعلیم پاپائی اصول دینیات اور مسیحی مذہبی کونسلون کے احکام کے قطعاً خلاف تھی"

سسلی مین عربی حکومت کے زوال کے کم وبیش ایکسو برس بعد مشہور اندلسی سیاح ابن جبیر کا وہان سے گذر ہوا، ابن جبیر اپنی سیاحت سے واپسی کے موقع پر سسلی مین ٹھہرے تھے، وہ لکھتے ہین:-

"یہان کے عیسائی بادشاہ کا مسلمانون کے ساتھ عجیب سلوک ہے، اسکی حکومت کے وزرار امرار، اس کے خدم وحشم اور حاجب ودربان سبھی مسلمان ہین، اسکو مسلمانون پر بڑا اعتماد اور بھروسا ہے، یہانتک کہ اس کے مطبخ خاص کا مہتمم ونگران بھی ایک مسلمان ہے، وہ مسلمان بادشاہون کے طرزِ حکومت، نظم مملکت، تقسیم وتوزیعِ ممالک وبلاد اور تعیینِ مراتب ومناصب رجال حکومت کی پوری تقلید کرتا ہے ملک کے آئین وقوانین کے علاوہ دربار کرنے کے طریقہ، زینت وآرائش اور اظہار عظمت وشان مین بھی وہ مسلمان بادشاہون کا پورا مقلد ہے لیکن ان سب سے زیادہ عجیب وغریب واقعہ یہ ہے کہ وہ عربی زبان بولتا اور لکھتا ہے، اس کے ایک خادم خاص نے مجھ سے بیان کیا کہ بادشاہ کو عربی کے ساتھ اس قدر شغف ہے کہ اس نے اپنے طغرائے شاہی مین یہ عربی عبارت "الحمد للہ حق حمدہ" لکھوائی ہے اس کے باپ سابق فرمانروا کے طغرائے شاہی مین بھی عربی ہی عبارت "الحمد للہ شکراً لانعمہ" تھی، قصر شاہی مین بہت سی مسلمان عورتین لونڈیان بناکر داخل قصر کر لیگئین ہین، مجھ سے موجودہ شاہ سسلی کے ایک خادم یحییٰ نام نے یہ واقعہ بیان کیا کہ اب قصر شاہی مین یورپ کی جو عیسائی عورتین داخل ہوتی ہین ان کو یہ مسلمان عورتین بتدریج ان سے موانست پیدا کرکے مسلمان کر لیتی ہین، لیکن اسکا اعلان ہونے نہین دیتین کیونکہ ان کو بادشاہ کے غضب وغصہ کا خوف لگا رہتا ہے، لیکن ایک موقع

پر بادشاہ نے ان عورتون کو مسلمانون کے طریقہ پر اللہ کی یاد کرتے اور رسول عربی کا تذکرہ کرتے سن لیا جس
پر یہ بہت خوفزدہ ہوگئین، مگر یہ دیکھ کر بادشاہ نے خود ہی ... ہے کہ تم مین سے جو چاہے اپنے پسند کئے
ہوئے معبود کی عبادت کرے اور جس دین کی چاہے پیروی کرے"

عموماً عورتین اپنے قدیم عادات واطوار وضع ولباس اور رسوم وعوائد کی سخت پابندی ہوتی ہین
اور انکی قدامت پسندی پر فتح پانا نہایت دشوار ہوتا ہے لیکن سسلی کے عربی تمدن وطرز معاشرت نے
ان پر بھی فتح حاصل کرلی تھی، وضع ولباس کے متعلق سیاح ابن جبیر کا بیان ہے کہ "جب ہم سسلی کے
پایہ تخت پالرمہ مین تھے تو نصاری کے ایک تیوہار کے موقع پر یہ دیکھا کہ یہانکی نصرانی عورتین مسلمان
عورتون کے لباس مین ملبوس ہین، وہ حریر مذہب کے کپڑے پہنے، اوپر سے لمبی چادرین لپیٹے اور
چہرون پر نقاب ڈالے اپنے کنیسون کی طرف جارہی ہین، نیز ان کے زیور اور زینت وآرائش
کی تمام چیزین مسلمان عورتون کی سی ہین" نارمن امرا وسلاطین پر عربون کی معاشرت کا اتنا گہرا
اثر پڑا تھا کہ وہ بھی عربون کی طرح علانیہ کئی کئی بیویان رکھنے لگے تھے، مسلمانون کیطرح ان کے قصر
امارت مین بھی متعدد حرم اور خواجہ سراؤن کی فوج رہتی تھی،

غرض گو نارمنون نے عربون پر فتح پائی تھی لیکن عربی تمدن واخلاق اور عربی سیاست و
تہذیب خود انکی فاتح تھی۔

اس وقت عرب فنون جنگ مین خاص مہارت رکھتے تھے اور جنگی قابلیتون کے لحاظ سے
ان کی بڑی شہرت تھی، اس لئے نارمن سلاطین نے حکومت کے دوسرے شعبون کی طرح شعبۂ جنگ
مین بھی ان پر اعتماد کیا اور انکو اپنی فوج مین داخل کرلیا، وہ فوج مین داخل ہوئے اور انھون نے
اپنے جوہر شجاعت وبسالت کے سبب سے بڑا نام پیدا کیا، مسٹر اسکاٹ ایک جگہ لکھتے ہین "اسی نام
کے لحاظ سے جب وہ اپنی قوم کے سپہ سالارون کے ماتحت ہوکر لڑتے تھے اب اپنے عیسائی

سپہ سالارون کی ماتحت مستاجر سپاہیون کی حیثیت سے بہت زیادہ خوفناک ہوگئے ہین، لوگ ان
مستاجر سپاہیون سے کانپتے تھے"[1] ۱۰۹۶ء مین جب نارمنون کا امالفی پر حملہ ہوا ہے تو ان کی حملہ آور
سپاہ مین بیس ہزار عرب سپاہی تھے،، میدان جنگ کے علاوہ اظہار عظمت وتفاخر کے موقع پر بھی
عرب سپاہیون کی نمایش کیجاتی تھی چنانچہ ۱۱۱۳ء مین کاؤنٹ راجر کی مان ایڈے لیڈ جب بلڈون
شاہ یروشلیم سے اپنی شادی کرنے عسقلان گئی تھی تو اس نے شاہ یروشلم کے سامنے مسلمان تیراندازون
کا ایک دستہ پیش کیا تھا، اس دستہ کے تمام سپاہی قرمزی رنگ کی مطلا وردیان پہنے ہوئے تھے،[1]

امیر شکیب ارسلان اپنے ایک مضمون مین جسکا عنوان "العرب فی ایطالیہ"[2] ہے لکھتے ہین کہ
اٹلی مین نیپلس اور کالابرہ کے درمیان ایک شہر لوشیرہ نام ہے جہان مشہور بادشاہ فریڈرک ہوہنسٹافن
گذرا ہے، اس بادشاہ کا زمانہ ۱۲۵۰ء تھا اس کے پاس عربون کی ایک فوج تھی جس مین تقریباً
بیس ہزار عرب سپاہی تھے، ان عرب سپاہیون کی قیامگاہ کے آثار اب تک باقی ہین،

عہد ماضی کو جانے دو، زمانۂ حال مین بھی اگر پتہ لگایا جائے تو جنوبی یورپ مین عربی تمدن
ومعاشرت کے کچھ مٹے ہوئے اور کچھ اچھا گر نشانات ملجائین گے، گذشتہ معارف مین سوئٹزرلینڈ کے آثار
عرب کا تذکرہ آچکا ہے اس لئے ان کے یہان دہرانے کی ضرورت نہین، اٹلی کے متعلق کاونٹ
ولالتو مدیر جریدۂ اطالیہ کا بیان[3] ہے، کہ رومہ کے قریب سارازنیسکو نام جو مقام ہے یہان کے
لوگ اب تک اپنے عربی خصائل وعادات پر قائم ہین، ان کا کھانا پینا بھی عربون کا سا ہے،
ان کے گانے بجانے کے آلات اب بھی تمامتر عربی ہین اور یہ ان کے سوا اٹلی کی کسی قوم کے پاس
نہین پائے جاتے، اور اس بارہ مین تو شبہہ کی بالکل گنجائش نہین ہے کہ ان کے برتن بالکل
عربون کے برتن ہین"

---

[1] مسٹر ہسٹری آف دی مورس امپائر ان یورپ مصنفہ مسٹر اسکاٹ، [2] المنار مصر جزء ۵ مجلد ۲۹، [3] المنار مذکور،

امیر شکیب ارسلان ہی کا بیان[1] ہے کہ مجھ سے اٹلی کے ایک بڑے فوجی افسر نے جو وہان (جزیرہ سارڈینیا (اٹلی کے ماتحت ہے) مین رہ چکا ہے یہ کہا کہ سارڈینیا کے مرکزی شہر کالیاری " COG LIAYI " کے قریب چند گاؤن ہین جہان کے لوگون کو دیکھتے اور ان سے ملتے ہی ہر شخص کہدیگا کہ وہ یقیناً عرب ہین، انکی یہ معاشرت ہے کہ یورپ کی طرح عام مجلسون مین انکی عورتین مردون کے ساتھ شریک بزم نہین ہوتین اور عورتین جب گھر سے باہر نکلتی ہین تو اب بھی تمام یورپ کے رواج کے خلاف چہرون پر نقاب ڈالکر نکلتی ہین،

جنوبی یورپ مین عربون کے زرعی صنعتی اور تجارتی کارنامون کو موسیو سیدیو[2] اپنی کتاب مین اس طرح لکھتے ہین،

"خلاصہ یہ کہ عربون نے ان ممالک کی تقسیم و ترتیب مین نہایت خوش اسلوبی سے کام لیا، انھون نے یہان فلاحت اور صنعت وحرفت کو بیحد ترقی دی، وہ شام سے یہان کپاس کے درخت اور طرابلس الغرب سے گنے، لسان العصافیر اور پستہ لائے، ان ممالک مین چاندی، لوہے، پیتل، گندھک اور نمک کی کانین تھین ان کو کھود کر انھون نے یہ چیزین نکالین، اور یہان کی عمارتون مین سنگ رخام، سنگ یشب اور دوسرے پتھرون کو لگایا، چنانچہ آج تک پالرمو اور اس کے اطراف مین جو عمارتین موجود ہین ان مین یہ چیزین نظر آتی ہین اور یہ عمارتین فن تعمیر مین ان کی مہارت و کمال کی شہادت دیتی ہین، ریشمی کپڑے سسلی مین خوب بنے جاتے تھے اور یہ فن جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے یہین سے بارھوین صدی عیسوی مین دیگر ممالک یورپ مین پہنچا اور پھیلا"

اس اجمال کی تفصیل ایک دوسرے یورپین[3] مصنف کے بیان کے مطابق یون ہو کہ

[1] المنار مذکور، [2] خلاصۃ تاریخ العرب مقالہ پنجم مبحث چہارم، [3] مسٹر اسکاٹ مصنف ہسٹری آف دی مورش امپائر ان یورپ

"مسلمانون کی نہ تھکنے والی قوم کی محنت و مشقت نے وہان کے قدرتی و طبعی وسائل ثروت کو انتہائے کمال پر پہنچا دیا تھا، جتنے کے غلے اور میوے ہین عربون نے قریب قریب سب سسلی کے چپہ چپہ پر پیدا کر لئے تھے، وہان کی وادیون مین جتنی زمین اور ساحل کے قریب جسقدر پہاڑون کے ڈھلوان حصے تھے سب سرسبز و شاداب کر لئے گئے تھے، پہاڑون کے اوپر انھون نے اخروٹ چلغوزے، صنوبر اور سرو کے جنگل لگا لئے تھے انکی لکڑیان جہازون کے بنانے مین کام آتی تھین، بردی کے درخت جو مصر کے سوا کہین اور نہین پائے جاتے سسلی کے وادیون مین اگنے لگے تھے، جنوب کی طرف جو سطح اراضی ہین ان مین کھجور اور نارنگی کے جھنڈ کے جھنڈ درخت عرب لگاتے تھے، اس وقت روئی، نیشکر اور سن نہایت کثرت کے ساتھ وہان پیدا ہونے لگا تھا، زیتون اس زمانہ مین وہان اس افراط کے ساتھ ہوتا تھا کہ یہ جزیرہ سسلی کی خاص پیداوار سمجھا جانے لگا تھا، اس زمانہ سے چند سال پہلے جبکہ اندلس کے مسلمانون کو ریشم کے کیڑون کی داشت پرداخت کا حال معلوم ہوا سسلی کے مسلمان ان کیڑون کو پالنا شروع کر چکے تھے، ان کیڑون کے لئے انجیرون کے بیشمار درخت یہان لگائے گئے جبپر انکی پرورش کیجاتی تھی کیونکہ ان کے ساتھ محنت ہر ملک مین نہایت مفید اور تمام دنیا کے تکلفات مین مددگار ہوتی ہے، پالرمو مین سسلی کے شراب کشی کے کارخانے بادہ نوش شعرا کی جان تھے، یہ لوگ گویا اسکو بھول چکے تھے کہ شراب کو رسول اللہ صلعم نے حرام قرار دیا ہے، کاشتکاری کے بہترین طریقے جو اس وقت معلوم تھے مسلمانون نے یہان استعمال کئے، اس جزیرہ کی زرخیزی اور معتدل آب وہوا سے اگر کسی نے فائدہ اٹھایا تو یہی لوگ تھے، انھون نے یہان آبپاشی کے طریقون کو مصر اور ایران کے نمونون پر ڈھال لیا تھا"

سسلی کے معدنیات بھی قابل ذکر ہین، مختلف قسم کی دھاتین یہان نکلتی تھین، سونا، چاندی، سیسہ، لوہا، پارہ اور تانبے کی کانین یہان پائی جاتی ہین، کوہ آتش فشان جس[1] سے بہت سی مفید چیزین

مثلاً نیلا تھوتھ، نوشادر، نفط اور گندھک وغیرہ مہیا کرتے ہین یہان متعدد ہین اور ان سے بڑی چیزین
بسہولت حاصل کیجا سکتی تھین، پھٹکری اور معدنی نمک کی کانین بھی بہت ہین اور یہان یہ چیزین
ایسی صاف ہوتی ہین کہ اگر صرف انھی کو ترقی دیجائے تو دنیا کی کوئی قوم دولتمندی مین اس جزیرہ
کے باشندون کا مقابلہ نہین کرسکتی، سسلی کے کانون کے سنگ یشب اور سنگ مرمر کا زمانۂ
قدیم کی قومون کو بھی علم تھا، مسلمانون کے معمارون نے تو دیکھتے ہی انکی قدر کی اور امرائے عرب کے
اُن محلون مین ان کو لگایا جو بڑے بڑے تجارتی اور مرکزی شہرون کے سرمایۂ ناز تھے، یہ محل شہر
کے ہر چہار طرف ہوتے تھے، اسلامی عہد حکومت مین یہان پہاڑون کے نشیب مین بھیڑ، بکریون
اور گایون کے واسطے نہایت نفیس چراگاہین تھین، جہان مسلمانون کے اور مشاغل تھے وہان
شہد کی مکھیون کا پالنا اور ان سے فائدہ اُٹھانا بھی صرف مسلمانون ہی کا حصہ تھا، چنانچہ ان کے
یہان کا شہد بڑی مقدار مین اٹلی اور مسیحی یورپ مین جاتا تھا، باین ہمہ واقعہ یہ ہے کہ اسلامی سسلی کی
صنعت و تجارت کے حالات ہم تک بہت ہی کم پہنچے ہین، بہرحال یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ اس
جزیرہ کی بڑی بڑی بندرگاہون کے، بحر روم کی تمام اقوام کے ساتھ تجارتی تعلقات تھے، ملانہ
اسکندریہ اور قسطنطنیہ مین یہان کے تجارتی جہازات ممالک مغربی و مشرقی کی اشیاء تجارت کا مبادلہ
کیا کرتے تھے، دنیا کی کوئی قوم مسلمانان سسلی کے برابر باریک اور خوبصورت کپڑے نہ بن سکی اور نہ
بالرمہ کے خاص ریشمی کپڑون کا مقابلہ کرسکتی تھی، سسلی کے مسلمان قرآن مجید کی آیات اور پھول
بوٹے سنہرے کلابتون سے اس خوبصورتی کے ساتھ بنتے تھے کہ دیکھکر سخت حیرانی ہوتی تھی ان
کپڑون کی بڑی قدر تھی، اسلامی دنیا کے بادشاہون اور امیرون کے لئے یہان کے کپڑے خاص
طور سے منگوائے جاتے تھے،

(باقی)

فلسفۂ تمدن اور اسلام

بسلسلۂ فروری ۲۵ء

از

مولوی عبد الباسط صاحب بدایونی متعلم ایم اے، ایل ایل بی،

عہد تمدن

تاریخ تمدن پر نظر ڈالتے ہوئے تمدن انسانی کی تقسیم چار بڑے بڑے عہدون پر ہوسکتی ہے،
جس سے پتہ چلتا ہے کہ انسان نے کس طرح مدارج ترقی طے کیے، پہلا وہ دور ہے جسمین انسان
دیگر حیوانات کے ساتھ خلط ملط رکھتا تھا اور انھین سے گھلا ملا رہتا تھا، اس کے گردوپیش نہایت
عظیم الجثہ جانور رہتے تھے، جن کا اب صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ بعض مقامات پر اسفل ترین
طبقات ارض مین ان کے ڈھانچے برآمد ہوتے ہین اور وہ بھی شاذ، اس وقت انسان کی حالت
بعض چارپایون اور درندون کی سی تھی اور غالبا اسکی زندگی اور ایک جانور کی زندگی مین کوئی
فرق نہ تھا، اس کے کھانے کے واسطے جنگلی میوے اور کمزور جانور موجود تھے، اور اسکی بود و باش
کے لئے پہاڑون کے غار اور درختونکی سایہ دار شاخین کافی تھین،

دور ثانی وہ ہوا جس مین اس نے اور دیگر پتھرون کے سڈول ہتھیار اور اوزار بنانا اور
ان سے کام نکالنا شروع کیا، یہ عہد حجر یا (S'TONEAGE) کہلاتا ہے، اس وقت اس کے
کل کام یا تو خود اس کی قوت بازو سے نکلتے تھے یا پتھرون کے ذریعہ سے، پتھر ہی اس کے
آلات حرب و ضرب تھے، پتھر ہی اس کے ظروف اکل و شرب تھے اور پتھرون ہی مین وہ رہتا تھا،

یہ عہد تمام اکناف عالم میں مشترک ہے،

دور ثالث وہ ہوا جس میں برنجی اور مسی آلات اور اوزار بنائے گئے اسے عہد مس و برنج (COPPETAGE) کے نام سے موسوم کرتے ہین، اس عہد کا پتہ زیادہ تر ایشیا اور یورپ کی قدیم قومون مین ملتا ہے اور انھین کے یہان یہ عہد صدیون تک قائم رہا، لیکن پالینشیا جزائر افریقہ اور وسطی امریکہ مین عہد حجریہ کے بعد یہ عہد نہین ہوا بلکہ دور چہارم جسکو آہنی عہد یا (IRON AGE) کہتے ہین شروع ہوگیا، اس عہد مین آہنی آلات تمام سابقہ آلات وظروف پر سبقت لے گئے، لیکن اس عہد مین بھی آلات حجر موجود رہے مگر فوقیت لوہے کو رہی، اسی طرح دور چہارم اس سے زیادہ ترقی یافتہ انسانون مین پایا گیا اور سلسلہ ترقی پکڑتا گیا،

لیکن ان چار عہدون کے علاوہ ایک اور صورت سے بھی ترقی کے مدارج بیان کئے جاتے ہین کہ پہلا دور تھا جب انسان جنگل کا ایک شکاری تھا کہ وہ مختلف درندون اور پرندون کو مار کر اپنی قوت لایموت مہیا کرتا تھا، پھر دوسرے دور مین اس نے ترقی کرکے ماہی گیری شروع کی اور دریا سے مچھلیان مارنے کے واسطے اس نے جال وغیرہ تیار کئے پھر میوہ برداری پر اس نے اپنی توجہ مبذول کی اور فواکہات کے مزے سے اس کے کام ودہن آشنا ہوئے، اب اس حالت مین آکے درختون کی مختلف فصلون کا علم ہوا اور تجربہ نے اس پردہ نکات ورموز منکشف کر دیئے جلسے اس نے درختون کا بونا اور کاشت کرنا سیکھا، اس زراعت مین اسکو اس قدر فراغت نصیب ہوئی کہ مختلف فنون وحرفت وصنعت مین اس نے اپنا قدم رکھا اور سوشل خیالات اور پولیٹکل معاملات کا چرچہ شروع ہوگیا، اس سلسلہ مین شخصی انتقام کی خواہش کی جگہ یہ خیال پیدا ہوا کہ ہر جرم اس لئے سزا کے قابل ہے کہ اس سے سوسائٹی کے امن عامہ مین خلل پیدا ہوتا ہے اس طرح ایک قبیلہ کی حکومت ایک شخص واحد کے ہاتھ سے نکلکر متعدد گھرانون اور خاندانون کا ایک مجموعہ بنا اور پھر دائرہ تمدن ترقی کرتے کرتے

اس قدر بڑھا کہ ملکی اور قومون کی حکومت کے لئے ریاست وبادشاہت معرض وجود مین آئی،

تمدن اور مذہب، اگر تواریخ عالم کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بنی آدم کا تمدن متعدد حیثیتون سے ان کے مذہب سے وابستہ ہے اور اقوام کے عروج وزوال مین ان کا مذہب بہت کچھ دخیل ثابت ہوا ہے یہان تک کہ زمانۂ قدیم سے ابتک یہ امر زیر بحث ہے کہ ان مین سے کون سبب ہے اور کون مسبب؟ زمانہ گذشتہ کے محققین اور نیز اہل مذہب اس رائے پر پہنچے ہین کہ تمدن سبب ہے اور مذہب اس کا نتیجہ، انکی تالیفات وتصنیفات مذاہب کی نسبت طعن وتشنیع سے مملو نظر آتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگون کی آنکھین انکی روشنی طبع سے اس قدر خیرہ ہوگئین ہین کہ مذاہب ان کے نزدیک دراصل کوئی چیز ہی نہین رہے، وہ مذاہب کو صفحۂ ہستی سے محو ہو جانیکی دھمکی دے رہے ہین چنانچہ اس موقع پر ہم چند یورپین فلاسفرون کی رائے انکی مشہور ومعروف تصانیف سے اخذ کرکے اس کے ثبوت مین پیش کرتے ہین،

مسلو بنجمن کونستان (BENJAMIN CONS TANN) نے اپنی مشہور کتاب مین جسکا نام "مذہب اور اس کا سرچشمہ اور اسکی شکلین اور اسکی ترقی" ہے، ان امراض سے بحث کی ہے جنھون نے باطل اعتقادات کی مدد سے انسانی گروہون کے جسم کو گھلا ڈالا ہے اور اسکے بعد اس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کا علاج شخصی آزادی ضمیر یا کانشنس کی آزادی، اعتقاد کی آزادی اور تمام ضروری آزادیون کے بغیر ناممکن ہے، پھر لکھتا ہے کہ "اس طریقہ سے مذاہب اپنے ہر قسم کے زنگ اور میل سے پاک وصاف ہو جائینگے مگر ہم کو خیال نہین کہ ایسا ہو سکے کیونکہ مذہبی اصول وقواعد مین سے کوئی قاعدہ بھی ایسا نہین ہے جسکو زنگ نہ کھا چکا ہو اور چونکہ یہ اصول وقواعد منافی علم ہین اسلئے یہ بالکل واضح ہے کہ تمام مذاہب اور دین ضرور ایک روز صفحۂ ہستی سے نیست ونابود ہو جائینگے" یہان ایک مشہور فلسفی نے اپنی رائے کے مطابق تمام مذاہب کے لئے بغیر کسی استثنا کے یک قلم پیشین گوئی کردی ہے

کہ ان کا زوال لازمی اور ضروری ہے، آگے چلکر وہی لکھتا ہو کہ "ہر ایک قاعدہ خواہ وہ موجودہ حالت مین کتنا ہی مفید کیون نہ ہو لیکن یہ ضروری ہے کہ اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہوگی جو آیندہ زمانہ مین ترقی کے لئے سد راہ ہوگی چونکہ وہ قاعدہ عرصہ کے بعد ایک ساکن شکل اختیار کرے گا جس کا اتباع عقل انسانی کے لئے اپنے اکتشافات مین جنکی روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے، ناممکن ہوگا اور جب ایسا ہوگا تو اس منجمد قاعدہ کا مذہبی احترام دلون سے مفقود ہو جائیگا، اور ایسے اصول و قواعد کی تلاش ہوگی جو ان جدید ترقیات اور اکتشافات کے منافع نہین"۔

علامہ ویرلش مذہب کی نسبت ایک موقع پر لکھتا ہے کہ "مذہبی فضیلت اور بالخصوص اعلیٰ تر کی فضیلت جو اولیاء اللہ کے ساتھ مختص ہے یہ ہے کہ تم سیاسی اور تمدنی زندگی کو خیرباد کہو اور تمام دنیوی کاروبار کو مثل ایک لغو اور باطل چیز کے ترک کرو تاکہ تمھارے لئے یہ امر ممکن ہو کہ تم رنج و غم اور شکستہ دلی کے ساتھ جنت کے انتظار مین سوکھتے رہو اور اور اپنی تمام خصلتون اور خواہشون کو قتل کر ڈالو اور اپنے نفس کو مٹا دو"۔

غرض یہ ہے کہ فلاسفۂ یورپ اور ماہرین علوم مغربی[1] یہ رائے رکھتے ہین کہ انسان کی ترقی کا انحصار علم کی ترقی اور اس کے نشو و نما پر ہے، اور علم کی ترقی اس امر پر موقوف ہے کہ عقل کو اسکے قیود سے آزاد کر دیا جائے اور علمی مباحث کے لئے کسی قسم کی کوئی مزاحمت اور روک ٹوک باقی نہ رہے تاکہ اس مزاحمت سے وہ بدترین نتائج پیدا ہون جو قدیم زمانون مین علمی اور مذہبی گروہون کے باہمی جدال و قتال سے پیدا ہوئے تھے، ان کا اعتقاد ہے کہ عقل و علم کی آزادی پر انسان کی مادی اور ادبی صلاح و فلاح منحصر ہے،

[1] معارف:- احتیاط کے ساتھ یون فرمایئے کہ بعض فلاسفۂ یورپ اور ماہرین علوم مغربی یہ رائے رکھتے ہین، ایک دو یا چند مرد و شخصون کی رائے فلاسفۂ یورپ اور ماہرین علوم مغربی کی متفقہ رائے نہین کہی جا سکتی،

علامہ لاروس (LAROUSSE) ایک مقام پر اس طرح پر رقمطراز ہے کہ جب ہم کہتے ہین کہ مناسب یہ ہے کہ ہم معقول چیزون کا اعتقاد رکھین تو اہل مذہب کہتے ہین کہ ہرگز نہین ہرگز نہین، پھر وہ انسانی عقل کے مطیع کرنے کی کوشش کرتے ہین، جو عدل و ظلم اور خیر و شر کے درمیان تمیز کرنے کا دعویٰ کرتی ہے اور جب وہ عقل اور بصیرت کو اس قدر اندھا کر دیتے ہین کہ کرامات اور خوارق عادات اسکو بالکل معمولی اور عادی امور معلوم ہونے لگتے ہین اور وہ عقل سفید کو سیاہ اور بدی کو نیکی سمجھنے لگتی ہے تو مذہب کہتا ہے کہ اطاعت کرو، کس کی اطاعت کرین؟ کیا عقل کی اطاعت کرین؟ اپنے نیچرل فرائض کی؟ دلی احساسات کی؟ حقیقی قوانین فطرت کی جو انسان کے لئے مفید ہین؟ ہرگز نہین، مگر تم اندھے بنکر اس کی اطاعت کرو، جو خدا کے نام سے حکم دیتا ہے، اگرچہ وہ بادشاہ کے قتل کرنے یا باپ کے مار ڈالنے کا ہی حکم دے یا ایک قتل عام برپا کرنے پر آمادہ کرے کیونکہ تجھ مین نہ روح ہے نہ ضمیر بلکہ تو خدا مین فنا ہو گیا ہے"

یہ وہ اعتقادات و خیالات ہین جنپر ہمارے علمائے یورپ مذہب کے بارے مین فخر کرتے ہین اور تمام ترقیات کو اپنے ذاتی عقول پر منحصر کرتے ہین لیکن وہ اس زرین اصول سے بیخبر ہین کہ الدین ھو العقل ولا دین لمن لا عقل لہ، اس مین شک نہین کہ عقل نوعِ انسانی کی بہترین خصوصیت ہے، اور خدائے تعالیٰ کی افضل ترین نعمت جو انسان کو عطا کیگئی ہے، جس مقصد کیلئے یہ عظیم الشان نعمت عطا ہوئی ہے اگر اسی مقصد مین استعمال کیجائے اور اسکی صحت اور اعتدال قائم رکھنے کے لئے توجہ مبذول کیجائے تو اس سے حیرت انگیز نتائج ظاہر ہوتے ہین، چنانچہ اس عقل کی بنا پر جہان علمائے یورپ مذہب کے اس قدر مخالف ہین وہان وہ اس امر کا اقرار کئے بغیر نہین رہ سکے کہ مذہبی احساس نفس انسانی مین ایک ایسا فطری اور خلقی احساس ہے جیسا کہ انسان کو غذا اور ہوا کی ضرورت کا احساس ہے چنانچہ علامہ جیسلر (GESLEY)

ایک جرمن فلاسفر اپنی کتاب تاریخ الاعتقاد مین لکھتا ہے کہ "مذہب مثل اس احساس کے جس کا وہ نتیجہ ہے ہمیشہ رہنے والی چیز ہے، مگر مذہبی علوم مثل دیگر علوم وفنون کے ہین جو رفتہ رفتہ اس قدر ترقی کرتے جاتے ہین جسقدر کہ انسانی عقل ترقی کرتی ہے اور انسانی تعلق ہمیشہ حقوق اور علم و دین کے درمیان موجود رہتا ہے،

خود کالرہیں ہی مذہبی نظامات کی نسبت طعن کرنے کے لئے لکھتا ہے کہ "جو چیز انسان کو اپنے فرائض کی انجام دہی پر آمادہ کرتی ہے وہ مذہب نہین ہے بلکہ وہ عام خیال ہے اور قوت طبیعت اور نیز وہ احساسات ہین جنکی نشو ونما سوسائٹی اور خاندان کے درمیان ہوتی ہے، جس قدر کہ معلومات اور تمدن کا دائرہ وسیع ہوتا ہے اسی قدر یہ عام خیال بھی اپنی موجودہ سطح سے اونچا ہو جاتا ہے، اگر مذہب کی یہ تعریف ہے کہ وہ ایسے عمدہ خیالات کا مجموعہ ہے جو تمام انسانی افراد کو ایک ایسی سوسائٹی مین مربوط کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جسکے افراد مادی فوائد سے متمتع اور روشن خیال ہون تو بیشک اس صورت مین یہ قول صحیح ہوگا کہ مذہب نوع انسانی کے لئے ایک ضروری اور لابدی چیز ہے"

یہ امر کہ عقل انسانی خواہ ترقی کے کسی اعلیٰ ترین درجہ پر کیون نہ پہنچ جائے مگر وہ بغیر مذہب کے زندہ نہین رہ سکتی اسکی واضح دلیل ہے کہ علمائے یورپ نے بھی باوجود مخالفت مذہب بالآخر مجبور ہوکر ایک مذہب تصنیف کیا جسکا نام **مذہب طبعی** رکھا، اس کے علاوہ ہم روزانہ برای العین مشاہدہ کرتے ہین کہ بعض ایسے لوگ موجود ہین جو جسمانی صحت سے متمتع ہین، دولت وثروت مین قارون ثانی ہین اور انھون نے مختلف علوم وفنون کی زبردست تعلیم حاصل کی ہے، لیکن باوجود ان تمام باتون کے ہر وقت ان کو ایک قسم کی اندرونی گھبراہٹ اور دلی بے اطمینانی اور بےچینی سخت محسوس ہوتی ہے جو انکی تمام راحتون اور لذتون مین کانٹے کی طرح کھٹکتی رہتی ہے

ان کو اپنے دل مین ایک ایسا تکدر وملال محسوس ہوتا ہے جسکا کوئی سبب ان کو معلوم نہین ہوتا اور جو صرف اسی وقت زائل ہو جاتا ہے جب مذہب کی شراب طہور کا ایک تسکین بخش گلاس ان کو مل جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ اس پر اس قدر فریفتہ اور دلدادہ ہو جاتے ہین کہ بعض مرتبہ تمام دنیوی جاہ وجلال اس کے سامنے انکو ہیچ معلوم ہونے لگتا ہے، چنانچہ ڈاکٹر [illegible] کے امریکہ کے مشہور پروفیسر جو حال ہی مین ہندوستان بغرض سیاحت تشریف لائے ہین اپنے لیکچر مین فرماتے ہین کہ "امریکہ مین باوجود اس قدر تمول اب جس چیز کی ہر دل مین جستجو ہے وہ اخلاق، کیرکٹر یا مذہب ہے" ان کی رائے ہے کہ دنیا مین کوئی شخص خواہ جسمانی دماغی یا مالی کتنی ہی ترقیان کیون نہ کرے بغیر کیرکٹر یا مذہب کے ہرگز قابل قدر ومنزلت نہین ہو سکتا، اور ایک لامذہب سوسائٹی کے لئے سم قاتل ہوتا ہے جس سے تمدن کا شیرازہ بکھر جاتا ہے،

باقی

ابوالعلاء المعریؒ اور گاندھی جی،

کا

چرخہ

از پروفیسر میمن عبدالعزیز صاحب اورینٹل کالج لاہور،

ہمارے دوست کو آجکل ابوالعلاء المعری کی ویسی ہی دھن ہے جیسی گاندھی جی کو چرخہ کی، چنانچہ ابوالعلا معری کا چرخہ بھی آج وہ نکال کر لائے ہین، دیکھین وہ آگے ابوالعلاء معری کے اور کیا تبرکات نکالکر لاتے ہین، ابوالعلاء معری عرب کا مشہور فلسفی حکیم تھا، جسکا رتبہ عربی مین وہی ہے جو خیام کا فارسی مین،

"معارف"

ہمارے وطن کے سرمایۂ صد ہزار عز و ناز فرزند مہاتما گاندھی جی کو چرخہ کی اہمیت اور ضرورت پر جو اصرار ہے وہ کسی پر مخفی نہیں، مین یہان اسکی سیاسی یا معاشرتی اہمیت سے بحث کرنا نہین چاہتا، بلکہ ان کو دکھانا چاہتا ہون کہ اسلام نے ایسے فرزند آج سے بہت پہلے پیدا کئے تھے جو اسکو کم و بیش وہی اہمیت دیتے تھے جو آج مہاتما گاندھی دے رہے ہین، اس سلسلہ کی احادیث تو آج سے پہلے کبھی گوش گذار ہو چکی ہین، مین یہان ابوالعلاء کے دیوان لزوم مالایلزم سے چند شعر نقل کرتا ہون،

(۱) خذحہ اسعد او تلمًا	وخذی یادعد عن ناسا
اے اسعد! تو تلوار سنبھال یا قلم.	اور اے دعد (عورت کا نام) تو چرخہ لے،

ملہ مگر جس بنا پر اسلام نے اسکو وقعت کی نگاہ سے دیکھا تھا، دیکھنی دل نہ آئیگا برخلاف مصالح سیاسی کے جو آدن بیٹھتی ہین، ملہ عوام اصل ... کھڑی ہوگی، روئی کہی جاتی ہو.

(۲) ولا تلبسی الحجلین بنتك والبرے	لتشہد عرسا و اشغلیها بعرناس
تو اپنی لڑکی کو پازیب اور نتھ نہ پہنا تاکہ وہ کسی شادی کی تقریب مین شرکت کرے، بلکہ اسکو چرخہ مین مصروف رکھ	
(۳) اولادا الکہ العرس عن غزل لہا	بالغزل فھی شقیقۃ العرناس
وہ نہ پھر اس کو بجائے غزل خوانی کے کاتنے مین لگائے رکھ کہ وہ چرخہ کی بہن ہے	
(۴) سقیا لشوھاء ما ھمت بفاحشۃ	غدت علی الغزل لیست تعرف الغزلا
اس بدنما عورت کا بھلا ہو جو کسی بدی کے خیال مین نہین، وہ سویرے ہی کاتنے لگ جاتی ہے اور غزلخوانی سے بالکل آشنا نہین	
(۵) وتجھل العود الا عود مغزلہا	ولا تراح اذا ما تقی بزلا
وہ بجز چرخے کی عود (لکڑی) کے اور کسی عود (رباب) کو جانتی نہین اور اسے کسی کہنہ اور مصفی شراب سے کوئی فرحت نہین ہوتی	
(۶) والغزل والردن للغوانی	شیآن عھدا من الجزالہ
عورتون کے لئے کاتنا دانشمندی ہے.... آفتاب بھی غزالہ (کاتنے والا) ہی ہے	
والشمس غزالۃ و لکن	خففت الزای فی الغزالہ
مگر اس کی زا خفیف ہو گئی ہے،.... آفتاب کو غزالہ بالتخفیف کہتے ہین،	
(۷) ان نشأت بنتك فی نعمۃ	فالزم منہا البیت والمغزلا
اگر تیری دختر خوشحالی مین پلی ہو، تو اس کو گھر مین چرخے سے ملائے رکھ	
ذالك خیر من شوار لہا	ومن عطایا والد اجزلا
کہ وہ اس کے لئے سامان آرائش اور باپ کے عطیون (جہیز) سے کہین بہتر ہے	
(۸) اغزلی فی الحیاۃ فالشمس قدما	غزلت خیطہا فقیل غزالہ
تو زندگی مین چرخہ کات کہ آفتاب بھی ہمیشہ سے کاتتا رہا ہے اسلئے اسکو غزالہ کہتے ہین	
(۹) واللہ یعفو فی الحساب لنسوۃ	جاھدن اذ فقد الحیا بمغازل

الغرض وہ صاحب اُن عورتون کو بخشدے جو خشک سالی مین چرخہ کات کر گذارا کرتی ہین،

فکسبن سنجا مایقوم بانفس　　والصبر یُبدِن فی الزمان الحازل

اور اس طرح وہ قوت لایموت حاصل کرتی ہین، کہ صبر تنگ سالی مین انسان کو مزا تازہ کردیتا ہے

(۱۰) قد حاطت الزوجۃ سائلت　　ملیکھا العون فی حیاطتھا

وہ بیوی خاوند کی خیراندیش ہے جو . . . . اللہ سے استعانت چاہے،

غدت ببرس الی مرادنھا　　اوخیط غزل الی خیاطتھا

اور روئی لے کر سویرے ہی چرخہ سنبھالے یا تاگا لے کر سینے بیٹھ جائے

(۱۱) اذا امدنت نیما یعود لطفلھا　　بخیر فاس ھادر تجر امارھا

جب وہ اپنے بچے کے پیٹ کے لئے چرخہ کاتتے تو تو اوسکو اپنا شیر کار بنائے اور اس امید کو

مقالہ روسو

فرانس کا مشہور علمی و سیاسی انقلاب جن ارباب دماغ کا نتیجہ ہے ان مین روسو کو خاص اہمیت حاصل ہے دنیا کی اکثر مہذب زبانون مین اسکی تصنیفات کے ترجمہ ہوگئے ہین صاحبزادہ ظفر حسین خانصاحب ڈپٹی انسپکٹر تعلیمات پیلی بھیت نے اس کے ایک اہم رسالہ کا ترجمہ کیا اور دارالمصنفین نے شایع کیا ہے، اس رسالہ مین روسو نے علوم کی قدر و قیمت پر تفلوانہ نگاہ ڈالی ہے اس لائق ہے کہ اردو دان اصحاب اس کا مطالعہ کرین، قیمت ۸ر

"مینجر"

اوراق پارینہ

صمدیات

از مولوی سید مقبول احمد صاحب رضوی، ایم آر، اے ایس ایف آر ایس اے

اورنٹیل مسلینی یا نُخبۃ الشرق،

۳

بسلسلہ دسمبر ۱۹۲۴ء

قنوج[1]

CANOG مسلم مورخین کا بیان ہے کہ اس شہر کی بنیاد سورج نے ڈالی تھی جو رستم و ستان کا معاصر تھا رستم نے فیروز رائے کو خارج البلد کر دیا جسکو ہندوستان کی مملکت ملی تھی، کیونکہ وہ ہند و ولد سام کی اولاد نرینہ کے سلسلہ مین پانچوین پشت مین تھا، تب سورج نے سندھ سے آکر یہان کے خالی تخت پر قبضہ کر لیا، اور قنوج کی بنا ڈالی اور اپنا مسکن قرار دیا، [illegible]نین بزرگون کی یہ روایت بھی ہے کہ مال دیو کے عہد مین جو سورج کے احفاد مین سولھوان شہزادہ

[1] یہ بڑا قصبہ یا چھوٹا سا شہر ضلع فرخ مین واقع ہے گنگا کے کنارے آباد تھا، امتداد زمانہ سے بڑی گنگا چار میل ہٹ گئی اور شہر کالی ندی اور چھوٹی گنگا کے کنارے رہگیا، اسکی آبادی سوا اٹھارہ ہزار ہوگی ۱۸۷۲ء مین ساڑھے سولہ ہزار تھی، محلون کی تعداد اس گئی گذری حالت مین بھی اکسٹھ ہے پہلے چوراسی تھی، آبادی مین دو ثلث ہندو ہین اور ایک تہائی کے قریب مسلمان، تجارت عطر، روغن خوشبودار و تیاری عطردان چوبی و صندوقچہ منقش و گلکار و پارچہ دیسی لحاف و پلنگ پوش کی چھپائی وغیرہ کے لیے بہت مشہور ہے، کسی زمانہ مین یہان کاغذ بھی بنتا تھا جو نفاست و پائداری مین متھرا کے کاغذ سے کسی طرح کم نہین ہوتا تھا یہ صنعت تمام تر مسلمانون کے ہاتھ مین تھی مگر یہ پیشہ ور اب بالکل تباہ و مفلوک ہوگئے ہین، شہر کے اطراف مین دور دور تک بیلا چمیلی اور گلاب کے باغات و قطعات چلے گئے ہین،

قنوج کی آبادی بہت بڑھ گئی تھی حتی کہ یہان تیس[1] ہزار دوکانین تمبولی یا پان بیچنے والون کی تھین، جس کا اگر فی پچاس کس کے لئے ایک دوکان کا حساب رکھئے تو باشندگان کا شمار ڈیڑھ ملین (پندرہ لاکھ) تک پہنچتا ہے، شہر کے آثار کئی میل کی وسعت تک چلے گئے ہین مگر عمارات کا سب سے بڑا حصہ سطح زمین کے برابر ہو رہا ہے اور بڑی دشواری سے ان کی بنیادون کا پتہ چلتا ہے بعض دیگر مقامات پر بھی قطعاً غیر ممکن ہے، زمین پر قلبہ رانی ہوکر غلہ کی تخم ریزی ہو چکی ہے اور غالباً ایک مدت دراز سے سال بسال ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے، تاہم سطح خاک خشت پارون سے پر ہے بلکہ حقیقتاً یہ کہنا چاہئے کہ فرش زمین انھین سنگ ریزون سے بنگیا ہے، غرض یہ نشانیان ہر طرف نمایان ہین کہ یہ جگہ پیشتر بھی عمارات سے معمور تھی[2]

---

[1] فرشتہ اپنی مشہور تاریخ مین ناقل ہے کہ خسرو پرویز بادشاہ فارس کے عہد مین اس شہر مین ساٹھ ہزار خاندان نا[illegible] گانیوالون کے اور تیس ہزار دوکانین پان فروشون کی، اہل تحقیق کو اول تو خسرو پرویز کے وجود ہی مین تامل ہے پھر ایسے ناقابل اعتماد اعداد کے ماننے کے لئے کون تیار ہو سکتا ہے، اہل ادراک انگریز اس روایت کو قطعاً غیر مستند بتاتے ہین صاحب خلاصۃ التواریخ جو [illegible] ہندو ہے شہر اجودھیا کا طول اکیس واڑتالیس کوس اور عرض ۳۶ کوس لکھتا ہے، اس وسعت کو کہان تک کوئی [illegible]

[2] قنوج قدیم آریہ تمدن و تہذیب کا مرکز رہا ہے، بودھون کا ارتقار اور اوج موج بھی اس نے دیکھا ہے، بروایت ہنود دست جگ مین اسکا نام مہودا تھا اور تریتا مین کس بل ہوا کل جگ کے آغاز مین قنوج کنیا کبیج (دختر دوشیزہ بشت کوز) قرار پایا جسکی (بقول انکے) عجیب وجہ تسمیہ وہان کے راجہ کی ننانوے بیٹیون کا کبڑا ہونا اور کسی راجہ کا اس سے شادی نہ کرنا اور پھر ایک برہمن کی زوجیت مین دیدیا جانا اور اس تقریب کی یادگار مین اس شہر کا نام کنیا کبیج رکھا جانا بتائی جاتی ہے، تالمی Ptolemy یعنی بطلیموس نے اسکو کنیا جیرا CANOGIZA کے نام سے یاد کیا ہے، عرب اہل [illegible] اسکو قنوج [illegible] سنتو[illegible] لکھا ہے، مسلم مورخین و سیاحین مین سے ابن حوقل، مسعودی، ابوزید اور ابن وہاب نے اسکا ذکر کیا ہے، ابن حوقل اسکو [illegible] بہت بڑا خاص شہر بتاتا ہے، مگر جب قنوج سے چلکر دنیا کی سیر کرتا ہوا ابن بطوطہ یہان پہنچا ہے تو اسکو ایک چھوٹا سا قصبہ پاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ [illegible] اس وقت تک بہت سے مصائب گذر چکے تھے، انقلابات حکومت کے ساتھ ساتھ اس شہر پر ہمیشہ آفت آتی رہتی ہے، خاندان شاہی سے [illegible] جب یہان کا [illegible] تو شہر کی اصلاح و آبادی اور اہل شہر کی فلاح و بہبودی کی کوئی صورت ہو جاتی ہے لیکن ایک صدی بعد [illegible] محمد تغلق [illegible] [illegible] نے یہان [illegible] سے تباہ و برباد کر دیا ہے، [illegible] مین خود قنوج آیا اور لشکر دو الباہی و تباہی کا غیر متناہی سلسلہ عرصہ تک قائم رہا، [illegible] کے بعد سلطنت شرقیہ جونپور [illegible] جاتا ہے مگر قنوج پر ویرانی و عدم آبادی کی حالت اسی طرح مسلط آتی ہے، آئین اکبری سے [illegible] قنوج [illegible] پرگنہ و سرکار (ضلع) کا صدر مقام تھا صوبہ اکبر آباد سے متعلق سکہ مسی کا دار الضرب بھی تھا، مگر اب اس [illegible] سے پیشتر یہان نہین ہیں تو قنوج [illegible] الغرض یہی تھا، سلطنت مغلیہ کے زوال کیساتھ قنوج پر بھی ایک مصیبت آجاتی ہے اور مرہٹون کے [illegible] صدمات سے تاخت و تاراج ہوتا ہے، کئی لڑائیان بھی اس نواح مین ہوتی ہین، انگریزون مین سب سے پہلے غالباً مسٹر ولیم فنچ کا یہان گذر ہوا ہے، معلوم نہین کہ ان کے قریب عہد بعد کے انیوالے سیاحون نے نام کیون نہین لیا، دوسرے صاحب پادری ٹنانٹ Rev. MR. TENNANT اٹھارہوین صدی کے ختم پر آئے ہین یہ ہمیشہ مرقد ونشو و مود گذاز کی پچھی یا نا[illegible] صورت بتانے کے عادی رہے ہین انھون نے اس قنوج

(بقیہ صفحہ ۳۵۹)

شہر کے نشیب والے حصہ مین ساحل دریا کے قریب ایک مرتفع زمین پر ایک مربع عمارت گنبد دار ہے اور اس کے گرد ایک نہایت بلند دیوار، یہ شیخ ناگاہ کی یادگار مین تعمیر کیگئی تھی، باہر والی دیوار کے پھاٹک پر یہ قطعہ کندہ ہے،

این روضۂ باصفا کہ فردوس نشانست — زان گوشہ نشین کہ اختر شاہ مردانست

مرقدگہ شیخ ناگہ فیض حق بود — تاریخ مکان فیض آباد ازانست

باہتمام رکن الدین دولارے میان قریشی — کتبہ رکن الدین بن علاء الدین عثمانی،

۹۰۰ھ

اس کتابہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روضہ ۹۰۰ھ[1] ہجریہ مین تعمیر ہوا،

پھر آبادی کے اندر اور چل کر جو بالکل بہ فراز ہے اور دریا سے کسی قدر فاصلہ پر ہے ایک چھوٹا سا احاطہ ملتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ بہت پرانا ہے، اس مین مخدوم صاحب کا مزار ہے[2]،

(بقیہ حاشیہ) ذکر بھی کمال حزن و درد، داور یاس و عبرت کے ساتھ کرتے ہین، تیسرا انمبر مشہور انگریزی صناع دانیال DANIELL کا تھا وہ بھی تقریباً اسی زمانہ مین آیا اور قنوج کا خریطہ یا نقشہ تیار کیا تھا جو ۱۸۰۱ء مین شائع ہوا، مثنون کے تعلق ملازمت سے بسلسلۂ جنگ میجر تھارن MAJOR THORN ۱۸۰۳ء مین پہنچے اس کے بعد تو یہ ملک انگریزون کے قبضہ و اقتدار مین آگیا،

[1] فیہ نظر۔ [2] شاید خواجہ مخدوم حاجی سید شریف زندنی کا مزار مبارک مقصود ہے جو عرف عام مین باباحاجی کہلاتے اور انگریزی تاریخون مین حاجی حرمایان (حرمین) لکھے جاتے ہین، اہل قنوج اس مقدس مقام کا نہایت احترام کرتے اور اسکو قدیم ترین زیارت گاہ بتاتے ہین، اس کے بلند و وسیع چبوترہ پر مغرب کی سمت ایک محراب بنی ہوئی ہے، اب یہ شہر کے باہر ہے، کچھ اور تغیرات بھی ہو چکے ہین، حاجی صاحب خواجہ مودود چشتی کے خلیفہ تھے نیرالدین لقب تھا، سیر اقالیم و دور دراز سے فارغ ہوکر حرمین شریفین کو تشریف لے گئے، مدت تک روضۂ نبوی کی مجاورت فرمائی، آپکی کرامات اور خوارق عادات سیرالاقطاب وغیرہ مین مندرج ہین، حسب روایت گنج تاریخ و تحفۃ الابرار ایک سو بیس کی عمر مین ۱۰ رجب ۶۱۲ھ کو رحلت فرمائی، آپ کا ہندوستان مین تشریف لانا کسی جگہ پایا نہین جاتا، کئی تاریخین اس پر متفق ہین، کہ آپ کا مرقد زندنہ مین ہے جو شہر بخارا کے متصل ایک قصبہ ہے، لیکن سیرالاقطاب اور روایات متواترہ زبانی بزرگان سے پایا جاتا ہے کہ حاجی صاحب کا مدفن اقدس شہر قنوج مین کنار دریا واقع ہے

یہان کے باشندے ان ولی اللہ کی بیحد تعظیم و تکریم کرتے ہین، اسکے متصل ایک مسجد کے باقیات ہین جس کے اندر ایک کتبہ فارسی کا لگا ہوا ہے مگر اسکی عبارت اب صاف طور پر پڑھی نہین جاتی، پھر اور اوپر چڑھکر دریا کے قریب پہنچکر قنوج[1] کا قلعہ ملتا ہے یہ ایسے علو و رفعت کے مقام پر واقع ہے کہ دور دور تک ایک ہر طرف پیش نظر ہوتا ہے اس کے گرد نہایت مستحکم پختہ فصیل (چار دیواری) ہے اور برج ہین مگر اب وہ شکستہ حال ہین، یہی اب فوجدار کا مسکن ہے،

قلعہ کے نیچے کچھ ہٹ کر ایک بڑی درگاہ[2] ہے جو زمین کو نہایت بلند و مرتفع کر کے بنائی گئی ہے، البتہ مین تحقیق کے ساتھ نہین کہہ سکتا کہ آیا یہ ارتفاع ید قدرت نے عطا فرمایا تھا یا انسانی مشقت و دستگاہ صنعت سے پیدا ہوا، اس فراز بلندی کے پہلو باہر کی جانب پتھرون کو تراشکر اور سلیقہ سے لگا کر استوار و محفوظ کر دیئے گئے ہین، آپ سیڑھیون کے دو زینون سے ہو کر دروازہ تک چلے جائیے، پھاٹک ادسی سمت ہے جو دریا سے نظر آتا ہے، یہ پھاٹک کیا ہے؟ ایک خارجی محراب گاتھگ طرز کی دو کرخی ستونون پر قائم ہے مگر اس کا مدخل انیٹ کی چوڑائی سے چھوٹا کر دیا گیا ہے، اسی مین ہو کر جانا پڑتا ہے، کسی محراب سے نہین؛

[1] اس قلعہ کا بانی راجہ جے پال والی قنوج تھا، مگر اب یہ قلعہ ان اطراف مین راجہ جےچند راٹھور کا کہلاتا ہے، اب صرف کھنڈر ہے ملبہ کالی ندی نے بہا لیا ہے، انگریزون کی عملداری تک کچھ عمارت موجود تھی اور تحصیل کی کچہری وہان ہوتی تھی لیکن سرکار نے آخر کو نیلام کر دی اور ایک مہاجن نے چند سو روپیہ کو خرید کر اخشت و چوب کو اکھاڑ کر فروخت کر ڈالا، اراضی نزول یعنی بقبضہ سرکار ہے، قلعہ کے گوشہ شمال مین مخدومی نے کا مزار ہے، [2] یہ درگاہ حضرت مخدوم جلال ثالث معروف بہ جہانیان جہان گشت عرف جھاجی سے منسوب ہے اور کالی ندی و گنگا کے سنگم سے متصل شمال مین ایک بلند پہاڑی پر قلعہ کے جنوب و مشرق مین تین سو تیس گز پر واقع ہے آس پاس کے کھیتون سے اسکی بلندی چالیس فیٹ سے زیادہ ہے، سید جلال الدین مخدوم جہانیان جہان گشت کی ولادت ۷۰۷ھ مین ہوئی سال وفات مین کسی قدر اختلاف ہے بعض ۷۸۵ھ اور بعض ۷۸۶ھ لکھتے ہین انکا مرقد اقدس انکے جد بزرگوار کے متصل قصبہ اوچ ریاست بہاولپور مین ہے، انکے بیٹے سید ناصر الدین (جو ۷۸۶ھ مین فوت ہوگئے تھے) اوچ مین دفن ہین اور پوتے سید برہان الدین قطب العالم (متوفی ۸۵۷ھ) کا مزار احمد آباد گجرات مین ہے، یہ بزرگ حضرت مخدوم قنوج مین مدفون نہین ہین بلکہ مسلمات سے پہلے انکے پر پوتے جلال یہان دفن ہوئے، اسی کے متصل چند سال بعد ایک مقبرہ بنا جس مین نہایت باریک کام کیا ہوا ہے حضرت مخدوم کی اولاد و احفاد و ذکور و اناث کی آخری آرامگاہ ہین، مقبرہ کو تعمیر ہوئے آج چار سو باسٹھ برس ہوئے جو حسب تفصیل بالا جلال کیلئے بنایا گیا تھا، جلال کا لقب خاندان مین نسلاً بعد نسل چلا آتا تھا، ان مقبرون کے گرد دیوار ہے اور چارون گوشون پر برج، دروازہ جنوب کو ہے،

پر خشت کاری بھی ایک پیچیدہ اور بے ڈھنگے طور سے کیگئی ہے، اس کے دونون پہلوؤن مین البتہ کیفیت توافق و تناسب کا لحاظ رکھا گیا ہے اس عمارت کی سنگ تراشی اور نقاشی کاری مین صناع نے اپنا کمال فن اور جوہر دکھایا ہے،

پھاٹک سے داخل ہونے پر داہنی طرف ایک مربع عمارت ملتی ہے، اس کے منتہائے فراز پر گنبد ہے اور ہر ایک کنارے پر برج، ہر برج پر چھوٹے چھوٹے کنگرے ہین، اس عمارت کے اندر ایک مربع قبر ہے،

پھاٹک کے سامنے ایک اور مربع عمارت ہے اس کے اوپر بھی گنبد ہے اور ہر گوشہ پر چھوٹے چھوٹے منارے ہین اس کے اندر چار قبرین ہین، ایک پتھر ہے جو صدر دروازہ (باہر والے پھاٹک) سے گر پڑا ہے، اس پر یہ کندہ ہے،

این سنگ[1] بدیع کہ آمد از چرخ برتر است	وین طاق بینظیر کہ با زیب و زیور است
گشتہ بنا بعہد ہمایون حسین شاہ	کاندر زمانہ ذات جلیلش مظفر است
ترتیب کرد شاہ ہری[2] خان فتح خان	گر فضل حق جہان ہمہ اورا مسخر است
بادا ہزار سال حیاتش[3] فلک بکام	کین ملک بر دوام بذاتش مقرر است
ہشتاد یک و نہصد[4] از ہجرت رسول	تاریخ و سال گشت زماہ پیمبر است
بانی طاق سید راجو[5] ئے بن جلال[6]	کا فاق از جمالش[7] خوشتر منور است

[1] ... مصرع موزون نہین ہوتا، ایک انگریز مورخ نے نقل کیا ہے "این سنگ بدیع کہ از چرخ برتر است" اور غالباً یہی صحیح اور بلحاظ تواتر و بہتر ہے، مولوی سید ... انصاری نے آثار قنوج مین "این سدہ بدیع کہ" لکھا ہے [2] گزشتہ والون نے ہری خان کو برے خان پڑھا اور ہر جگہ برے خان لکھا ہے ... [3] ... مین بھی، [3] حیاتش دوسرا نسخہ ہے [4] دیگر مورخین نے بالاتفاق "ہشتاد و یک و ہشت صد از ہجرت نبی" لکھا ہے یہی صحیح معلوم ہوتا ہے ... سلطنت شرقیہ صفحہ عالم سے محو ہو چکی تھی، دوسرا مصرع مولوی سعید انصاری نے "تاریخ صد قاگشت کہ ماہ پیمبر است" پڑھا ہے ... بیت سے ظاہر ہے کہ اس کو سید راجو نے ۸۸۱ھ (۱۴۷۶ء) مین بعہد سلطان حسین شرقی بادشاہ جونپور تعمیر کرایا تھا، [5] ... کے گزٹیر مین "جلال" کے بجائے خلیل لکھا ہے، اور غلط لکھا ہے۔ [7] ... وفاق از جمال و کمالش منور است" ایک نسخہ مین ہے،

کاتب حروف عالم سکین کہ و نحیف[۱] امیدوار مغفرت از حضرت اکبر است

ان دونون عمارتون کے سمت مخالف ایک لمبی گیلری (دالان سی) ہی جس مین سامنے کو دس ستون ہین، ان کو جوڑکر اوپر کو گاتھک محرابین بنادیگئی ہین، ان کے عقب مین دو اور سالم قطارین ہین جنکے ستون زیادہ بلند ہین، اور تین شکستہ قطارین ہین (پھاٹک کے قریب والے سرے پر تو ہر ایک قطار مین تین تین کھمبے ہین اور باقی قطارون مین پانچ پانچ) یہ سب کھمبے اوپر کو جوڑے ہوئے ہین اور گول محرابین ہین، ان شکستہ قطارون مین سے جہان پر دو ستون غائب ہین ایک مربع بنگیا ہی، اس کا ہر ضلع اوس فصل یا گنجائش سے سہ چند ہوگا، جو ما بین دو سالم ستونون کے ہوتا ہے، اس (مربع) جگہ بھی گنبد بنا ہوا تھا، گر گیا، ستون ہشت پہل ہین اور سامنے کے رخ پر نہایت عمدہ نقش و نگار ہین، اس دالان کے چارون گوشون پر چھوٹے چھوٹے برج بنے انھین مین سے ایک مین ہوکر سقف عمارت پر جانے کے لئے زینہ بنا ہوا ہے، اس رقبہ مین بہت سی چھوٹی چھوٹی قبرین ہین،

سب سے زیادہ قابل ذکر اور لائق لحاظ وہ درگاہ ہے جو شیخ کبیر[۱] بالا پیر سے منسوب ہے

---

[۱] کاتب حروف عالم سکین کہ قابل است" بھی ایک نسخہ ہے یہ لفظی اختلافات مین جنپر توجہ نہ فرمائیے، امتداد زمانہ سے حروف بگڑ چکے ہین بلندی سے پڑھنا بھی دشوار ہوتا ہی، تاہم ایک غیر ملکی سیاح قابل صد ستائش ہی جو ان کے پڑھنے اور پڑھوانے کی کوشش کرتا اور انکو قلمبند کر لیتا ہی وہ نہ آج کتنے پڑھے لکھے مسلمان اور شرفائے قنوج کے پرانے خاندان ہونگے جنکے یہان یہ تاریخین اور حالات صحیح لکھے ہوئے موجود ہون [۲] یہ اصل تعمیر شدہ ہو کی تاریخ ہے جو پھاٹک پر خط نسخ مین کندہ ہی عمارت کو زلزلہ سے نقصان پہنچا تھا اور غالباً ہنٹر صاحب نے اسی حالت مین دیکھا تھا [illegible] مین میر عباس علی نے دوبارہ تعمیر و مرمت کرادی تجدید کی تاریخ یہ ہی جو سید جلال الدین [illegible]

این روضۂ اطہر و منور	ثالث لقب و جلال حیدر
تعمیر شہ ہرے چو بنمود	خستا دیکے و ہشت صد بود (۸۸۱)
گر ز لزلہ زمین شکستہ	تعمیر وگر شکستہ بستہ
عباس علی یکے ز اولاد	خلف الصدق ہست و ابن سجاد
سنہ دو صد و نہ و یکہزار است	از ہجرت رسول نامدار است سنہ ۱۲۰۹ھ

اب سرکار نے اس عمارت کو قانون تحفظ یادگار ہائے قدیمہ کے رو سے محفوظ و مشتہر کر دیا ہی [۳] افسوس ہی کہ یہ شاندار اور لاثانی مسجد غیر مکمل رہگئی یہ نہایت نفیس ہی نہ کہ کام پتھر پر بنا ہوا ہی [۳] شیخ کبیر المعروف بہ بالا پیر نواب دلیل خان و بہادر خان کے جد اعلیٰ تھے برو دوشنبہ ۱۲ ماہ رمضان سنہ ۱۰۵۴ھ کو وفات پائی اور عمارت روضہ تین سال بعد تکمیل پذیر ہوئی، دلیل خان بعہد شاہجہان بادشاہ قنوج ۱۰۵۷ھ کا گورنر تھا سنہ ۱۰۷۰ھ مین فوت ہوا،

ترا شیدہ پتھرون سے ایک چبوترہ بنا ہے، جسکا ارتفاع قریب بارہ یا چودہ فیٹ کے ہوگا، طول مین ایک سو چالیس اور عرض مین اٹھانوے فیٹ، اس پر[۱] دو مربع عمارتین قائم ہین، جو شکل اور عرض و طول مین بالکل یکسان ہین[۲]، انکی چوٹیون پر گنبد ہین اور ہر ایک گوشہ پر ایک چہار گوشہ مینار، داخل ہوتے وقت جو بائین جانب مقبرہ ہے اس مین چار قبرین ہین، ان سب مین بڑی خود بالا پیر کی ہے، بقیہ قبرون مین سے ایک ان کے صاحبزادے کی ہے اور دو ان کے بھتیجون کی، اس روضہ کے دروازہ کی پیشانی پر یہ عبارت کندہ ہے،

این گنبد عالی در زمان دولت نواب بہادر خان ابن دریا خان افغان غوریہ تعمیر یافت[۱]

این گنبد عالی در ہزار و پنجاہ و ہفت ہجری در عہد سلطنت ابو المظفر شہاب الدین محمد صاحبقران ثانی شاہجہان بادشاہ غازی تعمیر شد،

تاریخ وفات حضرت شیخ کبیر بالا پیر بن حضرت شیخ قاسم قادری

شدہ ہجری سال ہزار و پنجہ و چار	دوشنبہ و دہ و دو بود از مہ رمضان
کبیر کامل و قطب زمانہ شیخ کبیر	سپہر علم و عمل بحر دانش و عرفان

[illegible] روضہ کے پھاٹک پر یہ اشعار مرقوم ہین،

حاذق ترین محمود خان ابن سلیم خان فن	کردہ درے از روضۂ شیخ کبیر مقتدائے
دادہ نشان عہدی زمان در عہد اورنگ زیب شاہ	ہشتاد و شش بالالف شد از ہجرت خیر الورائے

[۲] [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ بالا پیر کی درگاہ سنہ ۱۰۶۶ھ مین تعمیر ہوئی تھی [۲] تصحیح، مغربی عمارت مشرقی روضہ سے کسی قدر بڑی ہے [illegible] صاحب کا اندازہ محض نظری معلوم ہوتا ہے، [۳] مفتاح التواریخ مین لکھا ہے کہ گنبد کے دروازے کی پیشانی پر یہ عبارت و ابیات مرقوم [illegible] خانہ اول مین یہ "این گنبد عالی در زمان نواب بہادر خان بن دریا خان افغان غوریہ خیل داؤدزئی عمارت پذیرفت" خانہ دوم مین "این گنبد [illegible] تعمیر پذیر شد" خانہ سوم مین "تاریخ وفات شیخ کبیر" خانہ چہارم مین "روضہ فیض بخش شیخ کبیر" اور خانہ پنجم مین "تاریخ شیخ قادر" [illegible] مین نہین کہہ سکتا کہ ان تحریرات کی کیا ترتیب ہے اور کن مقامات پر ہین، ہنٹر صاحب نے انکو کسی سلسلہ سے منقوش پایا [illegible] لکھنے والے نے بلا لحاظ و امتیاز نقل کر دیا، با اینہمہ مین صاحب موصوف کا نہایت احسانمند ہون جنھون نے یہ زحمت اٹھائی اور [illegible] برس تک اپنے سفرنامہ انگریزی کے اوراق مین ان کو محفوظ رکھا، اب معارف کے بدولت ایک دو صدی تک حفظ و بقا کا نیا [illegible] مل گیا، ورنہ کچھ دن مین یہ عمارات باقی نہین رہین گی، صرف انھین صفحات مین نام باقی [illegible] جائے گا،

گفت داعی حق را اجابت لبیک — روانہ کرد روان را بروضۂ رضوان

بادشاہ غازی تعمیر شد

روضۂ فیض بخش شیخ کبیر — درحقیقت بود بہشت برین

یافت توفیق این عمارت خوش — شیخ مہدی سپہر صدق و یقین

ہست در لفظ نغز تاریخش — بیگمان الف و سبعۂ و خمسین

تاریخ[1] وفات شیخ قادر بن شیخ کبیر

شیخ قادر چو رفت از عالم — گریہ کردند جملہ اہل اللہ

سال تاریخ از خرد جستم — گفت بشمر وفات قادر شاہ [2]۱۰۹۹ھ

داہنے ہاتھ کی عمارت مین تین قبرین ہین، بیچ والی جو سب سے بڑی ہے بالا پیر کے فرزند کی ہے اور باقی دونون انھین صاحبزادے کے بیٹون کی، اس کے دروازے پر یہ عبارت منقوش ہے،

این گنبد عالی و قبہ متعالی در عہد سلطنت خسرو دین پناہ ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بادشاہ غازی تعمیر یافت،

تاریخ وفات حضرت شیخ محمد مہدی بن شیخ کبیر بالا پیر بن شیخ قاسم قادری

ہزار بود و ہشتاد و ہشت از ہجرت — گذشت شانزدہ ہم روز از محرم ماہ

شب سہ شنبہ و ہنگام صبحدم بودہ — کہ آن محمد مہدی سپرد جان باللہ

---

۱ بیل صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ شاہ قادر جو شیخ کبیر کے فرزند تھے پیش از وفات پدر ۱۰۵۲ھ مین فوت ہوئے، لیکن مادہ تاریخ وفات قادر شاہ سے سال ہجری ۱۰۵۲ نہ، ۱۰۷۹ بلکہ ۱۰۹۹ ہوتا ہے، اگر یہ روایت صحیح ہے تو ۱۰۵۲ھ مین بیٹے نے باپ سے دو سال پہلے انتقال کیا ہوگا، شیخ کبیر نے ۱۰۵۴ھ مین رحلت فرمائی ہے،

۲ شاید یہی پرانا قاعدہ ہندسون کی ترتیب کا تھا جسکو اہل عرب دست راست سے شروع کرتے تھے،

این قبہ پرنور و گنبد باتجلی طور مضجع پاک و مرقد عطرناک قطب ربانی سلیمانی قادری قدس اسرارہ

در سنہ ۱۰۱۶[1] ہجری تعمیر شد،

ان شیخ بالا پیر کے پدر بزرگوار جنکا سطور بالا مین حوالہ دیا گیا ہے، چنار[2] مین مدفون ہین شیخ قاسم[3] قادری نام نامی تھا ان کا مقبرہ بھی خوب بنا ہوا ہے، ان سب قبرون پر ہمیشہ چادرین پڑی رہتی ہین اور دونون مقبرون کے فرش پر قالین[4] بچھے ہین،

---

۱ یہ سنہ بطریق قدیم لکھا ہے، ۲ قصبہ چنار ضلع مرزاپور مین بنارس سے اونیس میل پر اور مرزاپور سے اکیس میل پر واقع ہے، آبادی دس ہزار کے قریب ہوگی اسکی دامان و حوالی آثار و صنادید قدیمہ سے مالامال ہین، ۳ حضرت شاہ قاسم سلیمانی کی درگاہ قلعہ چنار سے نصف میل پر جنوب و غرب مین واقع ہے، انگریز مبصرین اور صاحب خلاصۃ الہند کا قول ہے کہ نظام تعمیر اور کمال خوشنمائی و خوبصورتی کے لحاظ سے ان اطراف مین بے نظیر ہے، یہ بزرگ نسباً افغان تھے اکبر و جہانگیر کے معاصر تھے ۹۵۶ھ (مطابق سنہ ۱۵۴۹ء) مین بمقام پشاور پیدا ہوئے، والدین، بی بی اور بچون کے مرجانے سے دنیا سے دل ہٹ گیا، ستائیس سال کی عمر مین ترک وطن کیا اور علائق دنیوی کو خیرباد کہا، پہلے بیت اللہ اور پھر آستانۂ رسالت کی عتبہ بوسی کا شرف حاصل کیا، لوٹے تو جماعت معتقدین و مسترشدین پیچھے پیچھے تھی اور ان کا غلغلۂ تقدس و اتقا اور شہرۂ ولایت و کرامت آگے آگے، اکبر کے معتقدات سے علمائے ظاہر و باطن ہمیشہ متنفر رہے ہین، حضرت بھی بیزار و نفور تھے، اکبر بھی اس سے بیخبر نہ تھا، مگر اس وقت عتاب شاہی یہین تک محدود رہا کہ شاہ صاحب لاہور سے باہر نہ جانے پائین، مخالفین نے اکبر کے بعد یہی روش رکھا اور جہانگیر سے شکوہ و شکایت مین سرگرم رہے، ادھر مریدین اور عظمت شناسون کا حلقہ بڑھتا جاتا تھا، جہانگیر نے لاہور مین بہت سے لوگ سلطان خسرو کے ہواخواہ ہونے کے انتقام یا اتہام مین تہ تیغ کرادئے تھے، چاہا کہ شاہ قاسم کی قسمت کا فیصلہ بھی شمشیر خونین غلاف کردے لیکن اہل عقل و نقل کی مشورت و صوابدید غالب آئی اور شاہ صاحب ۱۰۱۵ھ (مطابق سنہ ۱۶۰۶ء) مین اسیر چنار کرکے قلعہ چنار کو بھیجدیئے گئے، یہان ایک سال کے حبس ظاہری کے بعد زندان زندگانی سے رستگاری پائی، یہ روضہ ان کے مریدون اور متوسلون نے بنوایا اور اسکی مجاورت پر ان کے دونون فرزند ونکو مامور کیا، شاہ کا مطلب نکل چکا تھا، استمالت ظاہری سے قطع نظر کرنا مناسب نہ سمجھا، درگاہ کی عظمت و احترام کی نظر سے ایک متصل موضع کورے تیش بگیہ زمین ان کے صاحبزادہ کو بطور معافی دوام رحمت کی، شاہ کبیر بالا (مدفون قنوج) کے علاوہ ایک دوسرے فرزند تھے محمد واسع نام، شاہ قاسم کے قریب ہی یہ صاحبزادہ (محمد واسع) اور دو پوتے محمد افضل و محمد حکیم بھی راحت گزین ہین، شاہجہان اور فرخ سیر نے بھی اس خیر جاریہ مین شرف شرکت حاصل کرنے کی نیت سے بعض معافیان اضافہ کین، موضع بگیہ پور کی جمع سے اب بھی ساکین اور وارد و صادر کی خدمت کیجاتی ہے اور تین دن تک کھانا وغیرہ دیا جاتا ہے، عرس سالانہ جمادی الاول کے ۱۰ تاریخ سے ہوتا ہے، اور چیت (مارچ اپریل) کے مہینہ مین درگاہ پر جمعرات کے دن پانچ میلے ہوتے ہین، کلاہ شریف و عمامہ مبارک کی زیارت کرائی جاتی ہے، ہیکل [illegible] عمارتون کا مجموعہ ہے، دروازے کے عربی کتبہ مین سنہ ۱۰۱۶ھ (سنہ ۱۶۰۷ء) مرقوم ہے، یہ عمارت سنگ تراشی اور منبت کاری کا بہترین نمونہ ہین اسکی خوبی اور ہیبت و جلال سے بشپ ہیبر (BISHOP HEBER) بھی غیر متاثر نہ رہ سکا، اسکو نہایت سنجیدہ اور اثر انداز بتاتا ہے، [illegible]

۴ زندہ جاوید شاہزادی کو "بر مزار ما غریبان نے چراغے نے گلے، نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے" کہکر درد دل کے اظہار کا موقع مل گیا تھا لیکن [illegible] کس [illegible] کہین جنکی قبر پر آب نہ غالیچہ و قالین ہین نہ چادر نہ مجاور ہین نہ مزار، درین سال ہوئے ایک صاعقہ برق ان مشائخ کے پائین [illegible] عالم بالا [illegible] اور قبر مین اوپر سے نیچے تک [illegible] اور فرش کو گرد برد کرتا ہوا زمین سے واصل ہوگیا تھا، یہ فرجہ چونے سے بھروا دیا گیا ہے،

یہ کل ایک سنگین دیوار سے محصور ہی جس کے اندر معقول رقبہ آراضی کا آگیا ہے جو ثمردار اشجار اور پھولون کے درختون سے معمور ہی، پٹھانون کے عہد سلطنت مین اس زمین کے آراستہ اور آباد رکھنے اور مقبرون کی مرمت و نگہداشت کے لئے دو گانون کی مالگزاری مخصوص و مفوض تھی اب یہ ذریعۂ آمد منقطع ہوگیا تو عمارات بھی مائل بہ زوال و انحطاط ہین،

صدر پھاٹک سے باہر نکلنے پر داہنے ہاتھ کو درگاہ کے رخ ایک چھوٹی سی مسجد ہے[1]، یہان کی دیگر عمارات کے مثل یہ بھی تراشیدہ پتھرون سے بنی ہے، اوپر کے جانب مختلف اقسام کے رنگون سے نقش و نگار بنائے گئے ہین اور گلکاری کی ہی، کہا جاتا ہی کہ یہ رنگ بھی اوتنے ہی پرانے ہین جتنی کہ خود عمارت ہے، یہ رنگ متعدد مقامات سے جاتے رہے ہین تاہم جہان کہین باقی ہین بالکل تر و تازہ اور روشن ہین، اس مسجد کے دروازے پر حسب ذیل کندہ ہے۔

شیخ مہدی کہ بود پیر جواد	ساخت مسجد خجستہ بنیاد
گر تو خواہی عدد ز بنیادش	در حروف خجستہ می کن یاد

مطابق سنہ عہد جلوس والا شاہ اورنگ زیب عالمگیر ۱۰۶۸ھ

باہر والے پھاٹک کا کتابہ یہ ہے،

بسم اللہ الرحمن الرحیم،

از محمد مہدی پیر زمان	شد بہ ترتیب حسن باب الجنان
سال تاریخ از خرد جستم بگفت	ادخلوا احسناً حسیناً بالامان

۱۰۸۱ھ

[1] یہ مسجد اب بالکل شکستہ ہے، عالمگیری مسجد بھی کہلاتی ہی، صاحب مفتاح التواریخ ناقل ہے کہ مسجد اندرون احاطۂ درگاہ، رنگ سنگ کے پتھرون سے بنائی گئی تھی، شیخ مہدی والا کتبہ مسجد کے اندرونی دروازہ پر ہی اور بسم اللہ والا بیرونی دروازۂ مسجد پر، ہنٹر صاحب کی کتاب مین سنہ جلوس نہین لکھا ہی لیکن بیل صاحب سنہ احد جلوس لکھتے ہین اقرینیہ ہے کہ ہنٹر صاحب نے "احد" کو "عہد" غلطی سے لکھا ہے،

(ہنٹر صاحب نے اس قطعہ کا ترجمہ بھی انگریزی مین کر دیا ہے)

اس عمارت کے قریب لیکن دریا سے کچھ دور ہٹ کر ایک مقام ہے جسکو ہنود "سیتا کی رسوئی"[1] کہتے ہین در رسوئی سے کھانون کا تیار کرنا مراد ہے یا وہ جگہ جہان کھانے تیار کئے جاتے ہین، مگر مسلمانون مین "دینی مسجد" کہلاتی ہے[2]، مشہور ہے کہ مسلمانون کے اس ملک مین آنے سے صدیون بلکہ کئی قبل بیشتر اس کو پانڈو نسل کے راجگان نے تعمیر کیا تھا[3]، تسلط ہونے پر مسلمانون نے اوسکو[4]

[1] ہندون کی روایت ہی کہ کسی زمانہ مین یہان رام چندر جی کی رانی سیتا جی نے رسوئی بنائی تھی اسی نام (سیتا کی رسوئی) سے مشہور، ضلع کانپور مین ایک مندر بھی ہے جو قنوج سے چندان مسافت پر نہین، بالعجب کہ مبدء فیاض کے کرم سے وہی تجلی گاہ موقع پر پرستان صہبائے الست کیلئے تھی نہ وحدت بدست بنکر آئی ہی تو دوسری جگہ سرشاران بادۂ اخلاص و وفا کے واسطے علم برست ..... [2] "دینی مسجد" ہنٹر صاحب کہتے ہین جنرل کننگہم جب ۱۸۳۰ء مین پہنچے تو "دنیا مسجد" سنا اور "آدینہ مسجد" کی خرابی سمجھا، جامع مسجد بھی کہلاتی تھی، اس کے پھاٹک پر کتبہ موجود نہ تھا معلوم ہوا کہ ۱۴۰۶ء مین ابراہیم شاہ شرقی کے عہد مین تعمیر ہوئی تھی، تحصیلدار علاقہ کی توجہ اور تلاش سے پتھر بھی مل گیا اور اسکی پرانی نقل حسب ذیل تھی،

شکر للہ کہ بہ توفیق خداوند کریم	بوالمظفر سرشاہان جہان ابراہیم
ہمدم عیسی و ہمنام خلیل الرحمن	آنکہ بنمود جہان را ید بیضا چو کلیم
مسجدے ساختہ اعلی کہ بدین رفعت اوج	چہ اساس است معلّی و چہ تقسیم است عظیم
سابع ذیقعدہ سن ہشت صد و نہ ہجری	سرفراز ہمہ زیر قدمش گشت مقیم

(ترجمہ نا بست)

مسٹر ایونس (EVANS) بھی اپنے نوٹ مین جو پچھتّر سال ہوئے اپنی مقامی اور تاریخی تحقیقات کے متعلق لکھا تھا اسی کی تائید کرتے ہین اب یہ لوح اپنی جگہ پر لگا دیگئی ہے، یہ قطعہ تاریخ خط نسخ مین کندہ ہے،

[3] جنرل کننگہم (GENEYAL CUNNINGHAM) لکھا ہے کہ جب جنوری ۱۸۳۹ء مین افغون نے قنوج کا دورہ کیا ہے، تو اس وقت تک بہت سے آثار اس عمارت کے ہندوانہ ہونے کے موجود تھے، مگر جب نومبر ۱۸۶۲ء مین اسکی مرمت ہوئی تو وہ سب علامات و نشانات ناپید و مفقود تھے، جنرل صاحب کا خیال ہی کہ مرمت کرانے وقت مسلمان تحصیلدار نے ان نشانات کو دور و نابود کر دیا، اور بہت سادہ و بدل کر ڈالا، اسی غلطی یا واقعی قصور مین کننگہم صاحب نے بیچارے تحصیلدار کو سختی کے ساتھ یاد نہین کیا ہے، مسٹر ولیم اروین (MY. WILLIAM IRVINE) رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل مین ان کے ہم نوا پائے جاتے ہین، ضلع فرخ آباد کے گزیٹیر مین مسٹر ایڈون اٹکنسن (EDWIN ATKINSON) نے بھی اسکو کسی قدر تلخی کے ساتھ نقل کیا ہے،

[4] سب سے پہلے ۹۳ھ مین محمد بن قاسم الثقفی نے قنوج پر حملہ اور دریائے گنگ پر اسلامی جھنڈا بعہد خلیفہ ولید نصب کیا تھا، پھر بادشاہون مین سے محمود غزنوی حملہ اور ہوا لیکن مسلمانون کا قبضہ سلطان شہاب الدین محمد سام غوری کی تسخیر اور راجہ جے چند کو شکست دینے کے وقت یعنی ۵۹۰ھ مطابق ۱۱۹۴ء سے سمجھا جاتا ہے، راجہ مان دیو کے عہد یعنی ۱۰۱۶ء مین قنوج مین تنبولیون کی تیس ہزار دکانین اور طوائفون (زنان بازاری) کے ساٹھ ہزار مکانات کا افسانہ جو یہان کے تعیش اور تمول و دولتمندی کے سلسلہ مین بار بار دہرایا جاتا ہے صاحبان بصیرت کے لئے واقعۂ عبرت ہے، اگر یہ صحیح ہو تو کیا موجودہ نکبت و نکال اسی عیش پرستی، خدا فراموشی اور زشت کاری کا وبال نہ کہا جاوے گا،

مسجد بنایا[1]، مسلمانون کی تعمیر کے طرز پر چند جدید پھاٹک بھی لگا دیئے گئے ہین جو اصل عمارت کی سادگی کے مقابلہ مین بالکل ایسے ہی معلوم ہوتے ہین جیسے کہ پھولدار ریشم کے پیوند گاڑھے کے کسی کہنہ لباس مین لگے ہون[2]، عمارت کے مختلف حصون پر آیات قرآنی منقوش ہین، یہ رقبہ مین مربع ہے، دخل اس سمت ہے جو دریا سے سب سے دور ہے، دیکھئے جب آپ اندر جاوینگے تو بائین ہاتھ کو ایک لمبا دالان ملے گا، جسکی چھت ہموار ہے، یہ ستونون کی تین قطارون پر قائم ہے، ستون ہندون کے قدیم طرز کے ہین، اسی نمونہ کے کھمبے کڑا[3] کے قریب ایک محل مین پائے جاتے ہین، اون کی ساخت کی شان یہ ہے کہ پتھرون کے متوازی و متساوی ٹکڑے کنارہ کے جانب سے ایک دوسرے پر رکھ دیئے گئے ہین، ہر ایک کا حصہ پائین پتھر کا ایک فراخ تر اور دبیز تر ٹکڑا اور جانب اعلیٰ ایک پتھر بشکل صلیب تراشا ہوا ہوتا ہے جس کے کنارے ایک قالب مین ڈھالے ہوئے معلوم ہوتے ہین، ہر ستون کے نصف بلندی کے قریب پھر ایک پتھر بقیہ پتھرون سے فراخ تر ہوتا ہے، یہ پائے اوپر جاکر بڑے بڑے دراز پتھرون سے جو بطور شہتیر کے ہین جوڑ دیے گئے ہین، اسکی سقف پر تین قبے ہین، وسط مین سب سے بڑا اور ادھر ادھر چھوٹے چھوٹے، یہ اینٹ اور چونے سے بنے

[1] یہ مسجد ایک نہایت سادہ عمارت ہے جسکو بروایت مورخین اسلام سلطان ابراہیم شرقی فرمانروائے جونپور نے [illegible] (مطابق [illegible]) مین تعمیر کیا تھا، سیدھے سیدھے پتھر کے ستون محرابون کے بجائے قائم کئے گئے ہین جو اونچے ہوتے چلے گئے ہین، انھین پر چھت پاٹ دیگئی ہے، نماز جماعت کے لئے دالان بنا ہے، مسجد مین صرف تین معمولی گنبد ہین جو گول نہین بلکہ چپٹے ہین، منارہ کوئی نہین ہے، محراب پر سورۂ کوثر، محراب کے اندر قل ہو اللہ اور چھت پر سورۂ جمعہ کندہ ہے، حال مین نمازیون کی آسایش کے لئے ایک سایبان اور ایک حوض بھی اضافہ ہوا ہے،

[2] دل زنمی نجوب اطعنہ مزن بزشت ما،

[3] قصبہ کڑا واقع ضلع الہ آباد نہایت قدیم آبادی اور ہندون کی راجدھانی تھی،

اور عنقریب[1] مائل بزوال ہین، مین تو یہی کہونگا کہ یہ ایک نادانشمندانہ اضافہ مسلمان کاریگرون نے ایک ایسی عمارت مین کیا تھا جس کا نقشہ کبھی اونکی تائید نہین کرسکتا تھا، ان کا مقصود ضرور یہی تھا کہ اسکی ہیئت اپنی عبادتگاہون کے مطابق بنالین[2]،

[1] مقامی تاریخون اور روایات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ رفیع الشان سنگین عمارت فی الواقع بہت شکستہ اور قریب الانہدام ہوگئی تھی لیکن غدر ۱۸۵۷ء سے کچھ پہلے سید نثار علی تحصیلدار قنوج نے اسکی مرمت کرادی پھر پچاس سال کے قریب ہوئے رؤسائے و عمائد قنوج نے چندہ کرکے اسکو بالکل درست و مستحکم کردیا جس مین غالب حصہ نواب صدیق حسن خان (قنوجی) زوج بیگم صاحبہ مرحومہ بھوپال کا تھا، یہ جامع مسجد اچھی خاصی حالت مین ہے، شہر کے نمازیون کی ایک بڑی جماعت جمعہ کے دن اسکی آغوش و دامن مین اجتماع اور مسلمانون کی گذشتہ عظمت و شوکت کی یاد تازہ کردیتی ہے، کسے کہ محرم باد صباست میداند، کہ باوجود خزان بوئے یاسمن باقی است،

[2] [illegible] صاحب کی محدود و مہلت مساعدت نہ کرسکی اور قنوج اور اسکے مضافات کی عمارات کا تذکرہ ان چند خبرون سے بیش [illegible] رہ گیا (۱) قنوج سے کوس بھر پورب کو سید محمد قنوجی عرف میران کی [illegible] کی تعمیر کردہ پختہ سرائے جو محمد آباد کبیر معروف بہ سرائے میران کے نام سے برلب شارع اعظم واقع ہے اسی جگہ تحصیلی منصفی و دیگر محکمہ جات ہین، (۲) دوسری سید موصوف کی قبر جو ویران قلعہ کے اندر [illegible] ہے، (۳) [illegible] ان کا مکان جو [illegible] مین تعمیر ہوا، اور موتیا (یاسمن) یا موتی محل کہلاتا تھا پھر جب مہاراجہ نول رائے کا لشکر حکومت اودھ کی طرف سے [illegible] مین گورنر مقرر ہوکر آیا اور اس مکان مین [illegible] مین فروکش ہوا تو اس نے تبدیل کرکے رنگ محل نام رکھا، میر بنگالی کی عظیم الشان حویلی جو بدرجہ زینت و استحکام ایک زمانہ مین بنائی گئی تھی جسکی اب صرف چہار دیواری، بروج اور پھاٹک باقی ہین، (۴) چوتھے مزار حضرت مخدوم اخی جمشید جو شہر سے تین میل کے فاصلہ پر جنوب و مشرق موضع راجگیر مین واقع ہے، اسکی تعمیر بعد از [illegible] (مطابق [illegible]) مین ہوئی تھی بعد ازان سلطان اورنگ زیب نے کمال خلوص و عقیدت سے اسکی مرمت کرادی، حضرت کا زمانہ [illegible] کے ہوگا، یہ بزرگ مخدوم جہانیان جہان گشت کے خلیفہ اعظم اور رفقا و احباب خاص مین تھے، حضرت مخدوم جہانیان بکمال محبت ان کو اخی کے لقب سے پکارتے تھے، ولایت قنوج کو بھیجا تھا، وہان کی آب و ہوا ناموافق [illegible] موضع راجگیر مین برلب دریائے گنگ سکونت اختیار کی، ایام ہولی مین آپ قنوج کے ہندون کے ساتھ تھے اور غلبہ شوق [illegible] مستانہ [illegible] اکثر بعض مشائخ تعزیر شرعی کے طالب ہوئے مگر سید احمد منجھلے کی کوشش سے باز رہے، جو طبقہ علما مین نہایت [illegible] اور سلطان سکندر لودی کے عہد مین ممتاز تھے، شیخ اخی زہرا من مضافات پرگنہ دریاآباد ملک اودھ کے رہنے والے تھے، [illegible] شوال [illegible] کو وفات پائی (از مراۃ الاسرار و تحفۃ الابرار) (۵) پانچوین قنوج سے شمال و مغرب کے گوشہ پر برلب کالی ندی موضع اسماعیل پور نورالدین مین چندن شہید کی درگاہ، یہ سید سالار مسعود غازی کے رفقا و ہمراہیان سے تھے، اور بروایت کتاب آئینہ اودھ ان کا نام سردار ان مجاہدین مین سید قطب الدین محمد مدنی سالار لشکر نے اپنے ایک ملفوظ مین [illegible] یہ غزنی آئے تھے اور راجہ جے چند کے معرکے مین شہید ہوئے، مقبرہ سلطان بابر کے زمانہ سے [illegible] مین تعمیر ہوا، (۶) چھٹے قنوج کی پرانی سرائے کا شرقی پھاٹک، یہ سرائے نواب بہادر خان (بانی روضہ بالا پیر) نے شاہجہان بادشاہ کے عہد مین [illegible] لغایت [illegible] تعمیر کرائی تھی، اب چند شکستہ حال کوٹھریان اور یہی دروازہ باقی ہے، باقی سب حجرے دستبرد حوادثات شہر کے کھنڈر اور نالون مین شامل ہوگئے، سید محمد قنوجی کے نسبت مشہور ہے کہ عالمگیر کے استاد تھے، بڑے عالم درویش سالک تھے، شاہجہان کے زمانہ مجبوری مین ان کے مصاحب رہے تھے، شاہجہان کے غسل دینے مین شریک تھے اور کفن دفن بھی انھین نے کی، انکی تعمیر کردہ سرائے کے دروازہ پر یہ کتبہ ہے،

در دولت اورنگ شہ عالمگیر ... تعمیر شد این بقعہ فردوس نظیر
اندر سنہ ہزار و تسعین و چہار ... شد نام بنا محمد آباد کبیر

سرائے کے متصل ایک عالیشان روضہ ہے اور اس مین تربت، لیکن وہان کچھ لکھا نہین ہے،

حدود شہر کی نباتی پیداوار مین انواع واقسام کی چیزین نظر آتی ہین، اطراف وجوانب مین
ایسی اور اتنی کہین پیدا نہین ہوتین، اسکی وجہ مین یہ سمجھتا ہون کہ جب یہ شہر آبادانی اور فراوانی دولت
وثروت کا مرکز رہا ہوگا، تو یہ پودے باغات مین لگائے جاتے ہونگے، اپنی نزاکت وترکیب کے با[illegible]
یہ اب تک دستبرد روزگار کی زحمت برداشت کر رہے ہین، انکی قوت نشو ونمو نے ان مین فیض
قائم رکھا ہے کہ اپنا مثل پیدا کر سکین، ان کے مقابلہ مین حضرت انسان کے جلیل القدر فلک [illegible]
کارنامون کو دیکھئے جنکی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور گرد وغبار مین مل گئے ہین، اب نام ونشان
بھی باقی نہین رہا، اور ان نباتات کی حالت یہ ہے کہ اب تک اپنی فیاض وغیر مقید فطرت کی بنا[illegible]
افراط واکثار کی بدولت سرسبز وشاداب ہین، اور خاک کی بستی مین سونیوالون کے پوست واستخوان
اور خاک وخاکستر ہوجانیوالی لاشون سے برابر کثیر ووافر غذا حاصل کر کے پرورش پا رہے ہین،

مین اپنی فرصت قلیل اور ساعات محدودہ سے مجبور تھا اور ان سب کے بارے مین معلومات
کافی فراہم کرنے کے لئے مہلت کثیر درکار تھی، تاہم بہت سے پھول اور درخت اس درجہ افراط سے
دیکھے کہ کیسا ہی شدید بے پروا وغافل کہین بھی ہو کر نکلے مگر ان پر توجہ اور تامل بغیر نہین گذر [illegible]
زرد بین سیاح نے اس کے بعد گذب ہرنا، ام چنا، سینگھرا، گل فرنگ، کھرنی، اطماس
تھوہر، بھس، کریل، بڑا گوکھرو، گھونگچی، سرپھونکا، اور اور بہت سے درختون اور پھولون کے حالات
مع ان کے لاطینی اور دیسی نامون اور علامات شناخت وخواص وغیرہ کے تحریر کے ہین جنکے اعادہ
سے بندہ مقبول تصدیع ناظرین والاہنین کرنا چاہتا،

سفید ہرن یا آہوئے مشک یا البقرۃ الوحش کا تذکرہ چھ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے سا[illegible]
پانچ تصاویر ہین، اسکی ہیئت وتشریح اعضاء واحوال وعلامات مین بہت سے محققین اور ماہرین
علم الحیوان کے اقوال نقل کئے ہین، اس بہرۂ خاص مین سب سے پہلا نیچرلسٹ (عالم خواص الاشیا[illegible]

مسٹر پنانٹ (MR.PENNANT) بنائے گئے ہین جنھون نے ایک نہایت عمدہ اور مبسوط تاریخ
[illegible]س جانور کی لکھی ہے، انھون نے اسکو کبھی زندہ نہین دیکھا تھا، لیکن برٹش میوزیم مین انکو ایک
مفصل تحریر مع دو تصاویر کے ملی تھی جسکو ۱۷۷۳ء مین ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایجنٹ متعین اصفہان
سر جان لاک (SIR JOHN LOCK) نے انگلستان کو بھیجا تھا، ان مین سے ایک
تصویر مسٹر ہوم (MR.HOME) کی کھینچی ہوئی ہے، یہ ایک جوان مادہ آہو کی ہے،
جو خلیج فارس کے جزیرہ بحرین کے صدر مقام لاسا کے قریب پکڑی گئی تھی، اور امام مسقط نے
تفضل حسین خانصاحب[1] رزیڈنٹ منجانب وزیر متعین پر یسیڈنسی ہذا کو بھیجی تھی، خانصاحب نے
[illegible]س کو جے فلیمنگ صاحب (J.FLEMING ESQR) کے نذر کیا اور صاحب نے سال گذ[illegible]
مین انگلستان کو جہاز ڈبلن انڈیا مین (THE DUBLIN INDIA MAN)
پر بھیج دیا، اس ہرنی کو فارس سے بنگالہ پہنچنے مین کوئی ضرر نہین پہنچا تھا، امید ہے کہ ولایت
مین بھی بخیر وعافیت پہنچ گئی ہوگی، اس سے پیشتر کبھی اس نسل کا ہرن اس ملک مین نہین
[illegible]یا تھا، مسٹر پنانٹ اور مسٹر بسن (MR.BUSSON) مملکت تبت مین اسکے زیادہ
ہونے اور اس کے بعد بھوٹان، ٹان کوئین چین کے صوبہ ہنگ منگ اور جھیل بیکال
کے بڑی اطراف اور دریائے جلینسی وارغن کے قریب والے ممالک مین اس کا وجود تحریر
کرتے ہین، لیکن اس کا نہایت عزیز اور پرامن مسکن ہمالیہ کا فلک فرسا کوہستان ہے جو
ہندوستان اور تاتار مین حد فاصل ہے،

[1] تفضل حسین خان کشمیری "خان علامہ" کے لقب سے ممتاز تھے، کئی تصنیفین یادگار چھوڑی ہین، ایک حکمائے فرنگ کے مسلک پر علم ہیئت مین، دو نسخے اور صناعت جبر ومقابلہ مین، نواب آصف الدولہ کی وفات سے پہلے عہدہ نیابت پر بھی سرفراز رہے تھے سعادت علی خان کے عہد مین لکھنؤ واپس آرہے تھے کہ کلکتہ ومرشدآباد کے مابین ۱۵ شوال ۱۲۱۵ھ کو رحلت فرمائی،

ایک اور ہرن کا مختصر سا ذکر کر دینا بے محل نہ ہوگا، اسکی تصویر مسٹر ہوم (MR. HOME)
نے بھیجی تھی، اوسی تصویر سے نقاش مطبع نے اس کتاب کے لئے نقل تیار کی، یہ بھی ہمالیہ پہاڑ
مین نیپال کی دار الریاست کھاٹ منڈو سے ڈیڑھ سو میل شمال پر پکڑا گیا تھا، اوس ملک
کے راجہ نے جنوری ۱۷۹۶ء مین اسکو سر جان شور (SIR JOHN SHORE) کے حضور
مین بھیج دیا تھا، سر جان نے اسے مسٹر فلیمنگ کے حوالہ کیا، فلیمنگ صاحب نے اس نوگرفتار
کو سال بھر اپنے یہان رکھ کر رام و مانوس کر لیا اور ایسی غذا کا عادی و متحمل بنایا جو تختہ جہاز
پر مل سکے، پھر جنوری گزشتہ (غالباً ۱۷۹۸ء سے مراد ہے) مین البین (ALBION)
جہاز پر انگلستان روانہ کیا، یہ سر جوزیف بینکس (SIR JOSEPH BANKS)
کو تحفہ بھیجا گیا تھا، اس ملک مین موسم گرما مین اسکو گرمی سے بہت زیادہ تکلیف پہنچی، اور غالباً
وہ اسی زمانہ مین رخصت ہو چکا ہوتا لیکن اسکے نیپالی محافظ کی صلاح و مشورت سے پانی
با فراط دیا گیا جو یا تو برف سے ٹھنڈا کیا جاتا تھا یا شورہ سے، اسکو وہ بڑے شوق سے بلکہ
ہوس کے ساتھ پیتا تھا، اس سے اس کو شدائد مین بخوبی تخفیف ہو گئی، خوراک جس کا یہ عادی
تھا سبز و نرم گھانس (دوب) تھی یا دودھ مین چاول اور کیلا جوش دیکر کھلایا جاتا تھا، لیکن رفتہ
رفتہ اسکو معمولی چنا (نخود) کھانے کی عادت ڈالی گئی جسکو بالآخر وہ اس درجہ پسند کرنے لگا کہ کوئی
اور چیز اس کے ہوتے ہوئے نہ کھاتا، جب یہ جانور جہاز البائین پر سوار کرایا گیا تو وہ بالکل لاغر
اور مطیع و منقاد ہو گیا تھا، وحشت دور ہو چکی تھی خوب تنومند و تندرست تھا، اور امید کامل
تھی کہ انگلستان بخیریت پہنچ جاویگا لیکن مسٹر فلیمنگ کے پاس ایک چٹھی جہاز مذکور کے سرجن صاحب (SURJEON)
کی آئی جس سے فلیمنگ صاحب کو سخت ملال و صدمہ پہنچا، اسمین تحریر تھا کہ انکا ہرن آدھی رات کو غشی یا کسی دورہ سے مر گیا
زیادہ افسوس یہ ہے کہ جہاز کے کیپ (THE CAPE) پہنچنے کے لئے صرف چند روز کی مسافت رہ گئی تھی۔

تلخیص و تبصرہ

جرائم اور اخبارات

اخبارات کے متعلق جہان یہ ایک مصدقہ حقیقت ہے کہ انسے دنیا کو بہت کچھ فائدہ پہنچتا ہے
وہین اس واقعہ سے بھی انکار نہین کیا جا سکتا کہ انکے اندر متعدد جرائم کے جراثیم بھی پنہان ہوتے ہین
اخبارات کا ایک طریقۂ عمل یہ بھی ہے کہ وہ دنیا کے بدترین جرمون کی خبرین نہایت ہی اہتمام اور بڑی
بڑی سرخیون کے ماتحت شائع کرتے ہین، اس کا اثر اخبارات کے دیکھنے والون پر خراب
پڑتا ہے، اسی مخرب اخلاق صورت کی اصلاح کے لئے چیکاگو کے ایک مذہبی رسالہ کرسچین
سنچری نے وہان کے تمام اخبارات کے نام ایک اپیل شائع کی تھی کہ وہ کم از کم ایک مہینہ تک
اس قسم کی خبرون کو شائع نہ کرین لیکن اس کا کوئی اثر نہ ہوا اور الٹے اخبارات مین اس پر بحث
چھڑ گئی ہم یہ اپیل وہان کے اخبارات کی رائین اور ان پر لٹریری ڈائجسٹ کے، اڈیٹر کی تنقید کا
خلاصہ پیش کرتے ہین، اپیل کا خلاصہ یہ ہے :-

"معزز حضرات! ہم کو اس مین کوئی شبہ نہین ہے کہ ایسے شہری کی حیثیت سے جو چیکاگو
کے با اثر اخبارات کے مالک ہون آپ اپنے تعلیم یافتہ اہل شہر کے ساتھ اس تشویش و انتشار
مین جو ان کو اخبارات کے غیر اخلاقی اثرات کی وجہ سے ہے، ضرور شریک ہونگے، آپ سب کے
سب شہری، معزز شہری اور تقریباً تمام کے تمام مسیحی ہین، اس کے کہنے کی تو ضرورت ہی

نہین ہے کہ آپ کے اخبارات اپنے ناظرین کے اخلاقی معیار، مذاق یا عادات سے کم از کم اوتنا فرو
واقف ہین جتنا کہ وہ اپنے مالکون کے معیار، مذاق یا عادات سے، والدین ہمیشہ اپنی نوجوان اولاد
کے ذہن کو اون مسموم اثرات سے جو اخبارات مین افسوسناک واقعات کے دیکھنے سے پیدا ہوتے
ہین، بچانے کے لئے سخت کوششین کرنی پڑتی ہین، ماہرین معاشریات اعلانیہ کہہ رہے ہین کہ ہمارے
عہد کی معاشری خرابیون کا اصلی سبب اخبارات ہین، عوام کا روز بروز یہ عقیدہ ہوتا جاتا ہے کہ ان
اخبارات اور سیاسی و معاشری بدمعاشون مین ایک قسم کا ناپاک معاہدہ ہے، اس کے ساتھ
ہی یہ خیال بھی عام ہوتا جارہا ہے کہ اخبارات اور بداخلاق اشخاص کے حالات یکسان ہوتے
جاتے ہین، ہماری تجویز ہے کہ چیکاگو کے تمام روزنامون کے مالک کم از کم ایک مہینہ کے لئے
اس قسم کی خبرون کو متحد طور سے بند کردین، ہم اس بات کو ایک مخصوص اجلاس مین طے کرین اور
سکی جگہ اخلاق ساز، تعمیری و تمدنی خبرون کو شائع کرین، اس طرح شہریون کو متغزر بنانے مین زیادہ
کامیاب ہونگے"،

سینٹ لوئس کا اخبار سٹار اس پر اظہار خیال کرتا ہوا لکھتا ہے، کہ یہ ایک ایسا خیال
ہے جسکی اکثر اصحاب رائے اور عوام دونون حمائت کرین گے، یہ وہ لوگ ہین جنکا خیال ہے کہ
وہ اخبارات نکال کر ملک کو بہت کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہین، اور ان لوگون سے جنھون نے اس
مین برسون صرف کئے ہین بہتر ثابت ہونگے، آگے چلکر وہ طنزیہ لکھتا ہے کہ اگر ایسا کیا گیا تو
ہم کو خود انجیل سے بہت سے ایسے واقعات نکالدینے پڑین گے، جن سے انسان کی مختلف
زندگیون پر روشنی پڑتی ہے،

نیویارک کا اخبار ورلڈ اس اپیل کے متعلق لکھتا ہے کہ اخبارات پر یہ الزام غلط ہے، اور
ثبوت کے طور پر وہ ایک دن کے مشہور اخبارات کی خبرون کو پیش کرتا ہے،

	ورلڈ	ٹائمس	ہیرلڈ	امریکن
جرم	۱	۰	۱	۰
معاملات خارجیہ،	۱	۲	۲	۲
ملکی معاملات،	۳	۴	۳	۱
متفرقات،	۸	۷	۱۰	۸

اس کے بعد اس نے بعض ایسی خبرین دی ہین جنسے تعمیر اخلاق ہوسکتی ہے، اس کے بعد
اوس نے لکھا ہے کہ یہ ایک دن کا حال ہے اسی سے دوسرے دنون کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے،
ایک دوسرا اخبار پوسٹ لکھتا ہے، "کیا کسی شخص کو بھی یہ یقین ہے کہ کسی مجرم کی یہ خواہش بھی
ہوسکتی ہے کہ اس کے اعمال سیاہ ضبط تحریر مین لاکر شائع کئے جائین؟ کیا وہ اپنے اعمال پر کبھی
کا پردہ پڑا رہنا پسند نہ کریگا، اگر اخبارات اس کے ان اعمال کا پردہ نہ چاک کرین تو کیا وہ اپنے
کام اطمینان و خاموشی سے جاری نہ رکھیگا، اور کیا پھر اس طرح اس کا خطرہ نہ بڑھ جائے گا؟ اس
قسم کے ہر معاملہ مین ہم کو خود مجرمون کی رائے حاصل کرنی چاہیے، ان ہی کی رائے اس بات
کو واضح طور پر بتادیگی کہ آیا وہ اپنے اعمال کا اظہار و اشاعت چاہتے ہین یا اخفا، اور ہمارا خیال
ہے کہ وہ خاموشی کے حق مین رائے دینگے، منچسٹر یونین کا خیال ہے کہ بعض لوگون کا خیال ہے
کہ جرائم کے حالات بعض مجرمون اور کمزوریون کو اسکی تنقید کے لئے آمادہ کردیتے ہین، یہ حالات
لوگون مین عام دلچسپی ہی نہین بلکہ ہمدردی پیدا کردیتے ہین، عدالت کے کمرے بھرے رہتے
ہین، کوئی اظہار افسوس کرتا، کوئی مصیبت کے آنسو بہاتا ہے، اس طرح مجرم کو ایک شہید کا
درجہ مل جاتا ہے، .... اس لئے اخبارات کو چاہیے کہ ایسے واقعات کے
بیان کرنے مین سخت ترین الفاظ استعمال کرین تاکہ نہ تو مجرم کو دھوکا ہو اور نہ دوسرون کو اس کی
تقلید کی آرزو،

ایک مذہبی اخبار لکھتا ہے کہ اگر حقیقۃً اخبارات کا خیال ہے کہ اس سے جرم کم ہوتے ہین تو ان کو ایسے واقعات کے لئے اپنے اخبارات مین مزید جگہ نکالنی چاہئے، بیماری جس قدر سخت ہو دوا اس قدر تیز ہونی چاہئے،

ان اخبارات کی رایون پر اظہار خیال کرتے ہوئے ایک اخبار لکھتا ہے :-

دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ وہ ہے جو اخبارات جرائم و بربیت کے متعلق شائع کرتے ہین، سرخیون کے لئے گنجائش کا عذر پیش کیا جا سکتا ہے، لیکن طویل مضامین کے متعلق کیا کہا جائیگا، جہان ایک چور چور نہین بلکہ ڈاکو ہو جاتا ہے، ایک قاتل سپاہی بنجاتا ہے، زانی شمع محبت کا پروانۂ سوختہ ہو جاتا ہے، عوام کی نظرون مین ہیرو بننے کا بہترین ذریعہ ارتکاب جرم ہے اپنی مان کو مار ڈالو اور تمام اخبارات تمھاری ایک ایک بات اور ایک ایک لفظ پر اتنی توجہ کرینگے کہ شاید امریکہ کے صدر کو بھی نصیب نہ ہو، وہ تمھاری تصاویر لینگے، تم سے گفتگو کرینگے تمھارے روزنامچہ، خطوط وغیرہ کے لئے بیش بہا رقوم پیش کرین گے، اور آخر وقت تک خواہ تم کو آزادی ہو، جیل ہو، یا پھانسی تمھارا ساتھ دینگے؛

"ایک مجرم کے اعمال کو اس قدر اہمیت دینا کہ تمام شہر اسی کی طرف متوجہ ہو جائے، ایک سیاہ کار کو عوام کے سامنے شاندار طریقہ سے پیش کرنا، وقتاً فوقتاً سنسنی پیدا کرنے والے واقعات گھڑنا اخبار نکالنا نہین ہے، یہ صحافت کے ساتھ **ارتکاب جرم ہے**"

(لٹریری، ڈائجسٹ)

ترک علم کاسۂ سر کی روشنی مین

مسٹر جے، میلاٹ سیورن ایف، بی، پی، ایس انگلستان کے مشہور ماہر علم کاسۂ سر دین حال مین انھون نے اپنے صاحبزادہ کے ساتھ اسی غرض سے قسطنطنیہ اور بلقانی ریاستون کا

دورہ کیا تھا، وہان سے واپس آکر انھون نے ترکون کے متعلق مندرجۂ ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے،

"اگر علم کاسۂ سر کے لحاظ سے ترکون کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے سرون کی ساخت دوسری قومون کے سرون سے بالکل مختلف ہے، ان کے سر کا نچلا حصہ عموماً بڑا ہوتا ہے، اونکی پیشانی کی چوڑائی اور پچھلے حصۂ سر کی درازی غیر معمولی ہوتی ہے، خالص ترک کا بڑا سر اسکی بڑی موٹی گردن سے ملتی ہوتا ہے، اس کا عجیب سر اس کی ترکی ٹوپی کی طرح اونچا اور گول ہے، اس سر کی ساخت اسکی نفسی کیفیت وصلاحیت کو ظاہر کرتی ہے، سر کی درازی اس کے اخلاق اور کثرت ازدواج کا نتیجہ ہے، اب جبکہ وہ ایک شادی کے فوائد سے ایک گونہ واقف ہو چکا ہے اور اس طرف عملی قدم بڑھا رہا ہے، اس کو اصلی حالت تک آنے کے لئے زمانہ چاہئے، کثرت عیش نے اس کو تباہ کر دیا ہے اگر وہ اپنی حالت درست کرنا چاہے اور دوسری قومون کے مقابلہ کا آرزومند ہو تو بھی اس کو سخت ضبط سے کام لینا پڑے گا، فوجی حیثیت سے بھی اب وہ دوسرون سے ممتاز نہین ہے، اس کا ثبوت اوس کے سر سے ملتا ہے؛

"سر کا بڑا ہونا اگرچہ ذہنی ترقی کا ثبوت ہے، لیکن وہ ایسا نہین ہے، کیونکہ وہ عالم خیال مین نہین رہتا اور نہ اس کا حوصلہ بہت زیادہ اعلیٰ اور بلند ہے، سپاہی کے حیثیت سے وہ بہترین ہے، اس حیثیت مین بھی جنگی حیثیت سے زیادہ تخریبی صلاحیت زیادہ نمایان پائی جاتی ہے اسلئے وہ حربی قوت سے کامیاب ہونا چاہتا ہے، راز داری اوسکی نمایان خصوصیت ہے، اسنے اس کے اخلاق کو مشتبہ و ناقابل فہم بنا دیا ہے اس سے وہ وقتی طور سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، لیکن ذہنی کامون مین وہ کامیاب نہین ہو سکتا اسکی حکومت کے کام کا دار و مدار انسانی ذہانت کی رازداری پر مبنی ہے، اس لئے جب کبھی کسی ذہین قوم سے اوس کا واسطہ پڑتا ہے تو وہ ناکامیاب رہتا ہے اس کے ساتھ اسے بہت کچھ غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے، اسکی قوت فکریہ زیادہ تر محسوسات پر

بنی ہے، اس لئے وہ سونچتا کم ہے، اس سے اس کے دماغ کی خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے، لیکن وہ فلسفی نہین ہے، وہ خیال پر عمل کو ترجیح دیتا ہے، اس کے مقاصد بہت بلند ہوتے ہین لیکن قوت خیال کا فقدان ہے، وہ قدامت پسند ہے، اسلئے جدید آئین و اصول سے اس کو کوئی دلچسپی نہین وہ پرانی زنجیرون کو توڑنا پسند نہین کرتا، جدید خیالات آہستہ آہستہ اس تک آتے ہین اور وہ نہایت ہی احتیاط سے اون کو قبول کرتا ہے، اس مین کافی خودداری، خود اعتمادی، نزاکت ہوتی ہے، اور وہ بعض اوقات ایسے کام اپنے ذمہ لیتا ہے، جن کے لئے وہ بالکل تیار نہ تھا، اس کے ساتھ رہنا خطرہ سے خالی نہین، اوسکا پر اسرار دماغ ہمیشہ نئے نئے نقشے بناتا رہتا ہے اور اسکی خاموش طبیعت اس کے راز کو منکشف نہین ہونے دیتی،

اس مین قوت تخلیق سے زیادہ تجارت کی صلاحیت ہے، اس لئے وہ خیالی دنیا سے زیادہ عملی تعمیری دنیا مین زیادہ کامیاب نظر آتا ہے، اوسکی فطرت تعمیری ہے، ترک عموماً کاہل ہوتا ہے اس سے خود تو کوئی کام نہین ہوسکتا، لیکن وہ دوسرون سے اپنے خیال کے مطابق کام لینا چاہتا ہے وہ متعدد حرم کے رکھنے کا شائق ہے، تاکہ اس کا شوق حکومت باقی رہے، یہ دریافت کرنا مشکل ہے کہ وہ کن دوسری صورتون سے اس شوق کو پورا کرتا ہے، علوم و فنون، صنعت، حرفت وغیرہ مین اب اس کو کوئی دلچسپی باقی نہین ہے، شاندار مساجد اسکی تعمیر کردہ نہین ہین، وہ اس کے آباؤ اجداد کی بنائی ہوئی ہین، اگرچہ امور خانہ داری کی ضروریات نے اسکو متعدد باتون کے لئے مجبور کردیا ہے لیکن یہ چیزین اجتماعی حیثیت سے مفید نہین ہین، ترک حکومت پسند ہوتا ہے، وہ غالب رہنا چاہتا ہے، وہ عہدہ، مرتبہ، قوت وغیرہ مین کسی سے کم رہنا پسند نہین کرتا اور وہ سب سے زیادہ ایک سپاہی ہے، لیکن اگر اوسکو دنیا کی دوسری متمدن قومون کا مقابلہ کرنا ہے اور عزت و حرمت کا درجہ حاصل کرنا ہے تو اسے اپنے اندر بہت کچھ تبدیلیان کرنی پڑینگی" (پی، ایس، ایس)

ایک روشنخیال روشنضمیر افغانی مصلح عالم کی وفات

اسلامی دنیا مین آج جس چیز کا سب سے زیادہ رونا ہے، وہ ایسے علمائے کاملین کا وجود ہے جو دین و دنیا دونون کے علوم و ضروریات پر پوری نظر رکھتے ہین، جو علوم مذہبی، اور علوم عصری دونون کو یکجا تطبیق دینے کے خواہشمند ہون، جو مذہب اور تمدن کو باہم منطبق کرسکتے ہون، جو زمانہ حال کی ضروریات کے مطابق احکام مذہبی پر نظر رکھکر ملک و قوم کی رہبری کا فرض انجام دے سکتے ہون، جو مساجد کی امامت کے ساتھ صفوف جنگ بھی درست کرسکتے ہون، جو رموز علمی کے پہلو بہ پہلو نکات سیاسی کو بھی سمجھ سکتے ہون، ایسے علمائے مصلحین کا وجود کچھ نہ کچھ مصر و ہندوستان و ترکی و روس و تونس مین تو معلوم تھا، مگر افغانستان کے نسبت کسی ایسی مفید مقدس ہستی کا علم نہ تھا، امان افغان کابل مورخہ ۲۴ر رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ سے ابھی اسکا حال معلوم ہوا، اور ساتھ ہی وفات کی خبر پڑھی،

ملا حاجی عبدالرزاق خان افغانستان کے امام وقت اور مشہور مدرس و عالم تھے، ہندوستان مین آخری تعلیم پائی تھی، اونکا سلسلۂ فیض بڑا وسیع تھا، افغانستان کے تمام نوجوان علماء ان کے شاگرد یا شاگرد کے برابر ہین، ان کا تعلق ایک قدیم علمی خاندان سے تھا، مروجہ اسلامی و مشرقی علوم کے حصول کے بعد وہ ۴۰ سالون سے درس و تدریس مین مشغول تھے، اور آخر وقت تک یہی شغل جاری رہا، اگرچہ وہ تمام فنون مین درس دیا کرتے تھے، لیکن ریاضی، ہیئت، اور حدیث مین ان کو کمال تھا، وہ اسلامی تاریخ، جغرافیہ، اخلاقیات مین بھی واقفیت تامہ رکھتے تھے،

ان علمی مشاغل کے باوجود وہ موجودہ سیاست سے بھی کافی دلچسپی رکھتے تھے، اور اسلامی اور ملکی سیاست سے اچھی طرح آگاہ تھے، وہ اسلام کی موجودہ ضروریات کی بنا پر علوم جدیدہ کی

تحصیل کو ضروری سمجھتے تھے، چنانچہ انھون نے اپنے چھوٹے بچے کو نئے مدرسہ مین داخل کر دیا تھا، او
اپنے دوسرے صاحبزادہ کو جو درسی کتابین ختم کر چکے تھے جامع ازہر بھیجنا چاہتے تھے، لیکن سیاسی
اسباب اس مین مانع آئے،

حاجی صاحب مرحوم ایک متقی، پرہیزگار اور حق گو عالم تھے، اون کے دل مین اسلامی
درد تھا، انھون نے اسی سبب سے بہت کچھ مصائب کا سامنا بھی کیا ہے،

"وہ گذشتہ امیرون کے زمانہ مین دربار مین ملازم رہے، امیر حبیب اللہ خان مرحوم کے
زمانہ مین مدرسۂ شاہی کے مدرس ہوئے، اس خدمت کے علاوہ وہ فارغ اوقات مین طلبہ کو درس
دیتے اور کتاب سراج الاحکام کی تصنیف مین مشغول رہتے، اس کے بعد وہ آخری عدالت رافعہ
"میزان تحقیق" کے صدر مقرر ہوئے، امیر امان اللہ خان کے ابتدائی [illegible] انھون نے سرکاری ملازمت
سے سبکدوشی حاصل کر لی تھی اور اپنے آخری ایام طلبہ کی تعلیم مین بسر کر رہے تھے،

"وفات سے ایک ہفتہ پہلے زکام و بخار کی شکایت پیدا ہوئی اس نے نمونیا کی مہلک صورت
اختیار کر لی اور وہ ۱۶ رمضان المبارک کو اس دنیا کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ گئے، دوسرے دن جنازہ
اٹھایا گیا، تمام علما، اکابر، اعلیٰ عہدہ دار اور وزرا شریک تھے، نماز مین خلقت کا ہجوم تھا، نماز
کے بعد جنازہ کو لوگ ان کے وطن غزنی لے گئے اور وہین دفن کیا،

حیات مالکؒ

امام مالک کے سوانح، مدینہ کی علمی مجلسین، صحابہ و تابعین کا علمی انہماک، حدیث کی تدوین، مدینہ کی فقہ،
اسلاف کے اخلاق و سیرۃ کی تصویر، اور حدیث کی پہلی کتاب موطا کی خصوصیات اس کتاب مین نظر آئینگی،

قیمت عمر "منیجر"

اخبار علمیہ

مزید معلومات کے شوق نے انسان کو بے چین کر رکھا ہے سب سے پہلے اس نے ایک صاف
آسمان رات کو دیکھا اور اپنی آنکھون پر زور دیکر تقریباً دو ہزار ستارے گنے لیکن اوسکی تشنگی باقی رہی،
اس نے خوردبین و دوربین ایجاد کی اور برسون کے مطالعہ کے بعد پتہ چلایا کہ آسمان پر تقریباً ۲۰ لاکھ
سے زیادہ ستارے ہین، انکی مسافت اور ضخامت دریافت کی اس نے معلوم کیا کہ بعض ستارے
زمین سے ۲۲۰۰۰۰۰ سال روشنی دور ہین اور روشنی فی سکنڈ ۱۸۶۰۰۰ میل سفر کرتی ہے، انسان
اپنی آنکھ سے صرف اسی قدر معلوم کر سکتا تھا، مگر اب اس مسئلہ نے نئی صورت اختیار کر لی ہو اور پروفیسر
لکمن الشوسکی نے سائنٹیفک امریکن مین ایک تحریر شائع کی ہے جس مین انھون نے بتایا ہے
کہ ہمنے ستارون کے بعد و ضخامت کے متعلق جو کچھ معلوم کیا ہے وہ کوئی حقیقی چیزین نہین ہین،
بلکہ اضافی ہین، ہمارے ذہن مین مسافت و ضخامت کے متعلق ایک خاص خیال ہے اور اسی کے
مطابق ہم ایک چیز کے متعلق رائے قائم کرتے ہین اس لئے ہمنے اس وقت تک جو کچھ معلوم کیا ہو
وہ حقیقت نہین ہے بلکہ اضافی و خیالی ہے،

اس وقت تک دوا کو بدن کے اندر پہنچانے کی دو صورتین معلوم ہوئی تھین، یا تو دوا
پلائی جاتی تھی، یا سوئی کے ذریعہ بدن مین داخل کر دی جاتی، لیکن دونون صورتین ایک گونہ تکلیف دہ
تھین، ایک مین کام و دہن کو تلخی محسوس ہوتی اور دوسری مین درد، لیکن اب ایک ایسا آلہ
ایجاد کیا گیا ہے جس مین دوا بھر دی جاتی ہے اور اسے مریض کے بدن پر رکھ دیا جاتا ہے،

بدن کے مسامات اوس دوا کو جذب کر لیتے ہین اور کسی قسم کی تکلیف کے بغیر دوا بدن مین پہنچ کر
اپنا اثر شروع کر دیتی ہے، اس آلہ کا نام گلوونوسٹ (GLAVA NOSET) ہے،

غلہ کے بعد جو چیز انسانی ضروریات کے لئے مشرق مین خاص طور سے امیر و غریب ہر شخص کیلئے
مفید ہے، وہ بانس ہے اس اہمیت کو دیکھکر بعض ماہرین نباتات نے خاص طور سے اس کا مطالعہ
شروع کیا ہے، اور جن اہم نتائج تک وہ پہنچے ان مین سے بعض یہ ہین کہ بانس کی لاتعداد قسمین ہین
بعض بانس تقریباً ۱۲۰ فٹ بلند ہوتے ہین بعض روزانہ ایک فٹ بڑھتے ہین، پروفیسر جیمس کلمن
نے صرف اسی کے مطالعہ کے لئے تمام مشرق کا سفر کیا ہے اور واپس آکر ایک پر از معلومات طویل
مضمون شائع کیا ہے،

گذشتہ مہیب عالمگیر جنگ مین مختلف دُول کے تقریباً ...... ۱۲۰ ٹن وزن کے جہاز غرق
کر دئے گئے ان کی مجموعی قیمت کا اندازہ .... ۸ پونڈ لگایا جاتا ہے، اب ان جہازون اور انکی
دولت کو نکالنے کے لئے مختلف تدابیر کی جارہی ہین لیکن ان مین سب سے زیادہ جس چیز نے رکاوٹ
ڈال رکھی ہے وہ غوطہ خورون کے لئے پانی کا وزن ہے، جون جون غوطہ زن پانی کے اندر جاتا ہے
اس کے اوپر پانی کا وزن بڑھتا جاتا ہے، زیادہ عرصہ نہین گذرا کہ ایک شخص فرنک کریلے ہونولولو
کے موتی بندر مین ۳۰۰ فٹ زیر آب گیا تھا اور اس طرح اس نے دنیا کے فن غوطہ زنی مین ایک
نئی نظیر قائم کر دی تھی لیکن اب ایک نوجوان جرمن انجینیر نے ایک ایسا لباس ایجاد کیا جس کے
ذریعہ انسان بلا خوف ۵۰۰ فٹ نیچے تک جا سکتا ہے، نہر کیل مین اس کا تجربہ کیا گیا اور وہ بہت کامیاب
ثابت ہوا،

اس وقت تک چمگادڑون کی مختلف قسمون کا پتہ چلایا جا چکا ہے، لیکن گذشتہ ماہ جرمنی کی
ی مجلس کے ایک مشہور رکن ڈاکٹر اگسٹ کرون ہیٹ نے جنوبی امریکہ کی سیاحت سے
واپس آکر جس چیز کا اعلان کیا ہے، اس نے نسلیات کے علماء مین ہلچل ڈالدی ہے، ان کا
بیان ہے کہ دوران سیاحت مین انکو اس قسم کے چمگادڑ ملے جو شکل و صورت، قد و جسامت مین
تقریباً انسان کے برابر تھے، انھون نے ان کے حالات دریافت کئے تو معلوم ہوا کہ اس قسم کے
چمگادڑ یہان بکثرت پائے جاتے ہین اور وہ عموماً دوسرے جانورون اور انسانون کا خون چوس کر
اپنا پیٹ بھرتے ہین، کمال یہ ہے کہ اگر انسان سویا ہوا ہو تو بہ آسانی سے اس کا خون چوستے ہین
سونے والے کو مطلقاً خبر بھی نہین ہوتی، اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ
ج سے تین سو سال قبل ہنگری مین ایک معزز خاتون اسی طرح انسانی خون پیکر اپنے حسن و
انی کو چالیس سال تک قائم رکھنے مین کامیاب ہوئی تھی،

انگلستان مین ایک بے نظیر بہت بڑا ہوائی جہاز بن رہا ہے، اسکی تیاری کے بعد لوگ
بہت آسانی سے چند گھنٹون مین امریکہ سے انگلستان آسکین گے، اس جہاز مین ناچ گھر کھانے
کمرہ، تمباکو نوشی کا کمرہ اور مختلف دوسرے کمرے ہونگے، یہ کئی منزلہ ہوگا اس مین لاسلکی سلسلہ کا
ایک کمرہ ہوگا، ہر فرد کے لئے علیحدہ آرام گاہ ہوگی، اور یہ جہاز کم سے کم دو سو میل فی گھنٹہ سفر کریگا
س جہاز مین وہ تمام اسباب تفریح موجود ہونگے جو ایک بڑے بحری جہاز مین ہوتے ہین، ایک
شخص ڈنر کھا کر امریکہ سے روانہ ہو تو وہ ناشتہ لندن مین آکر کر سکتا ہے، اس طرح انگلستان
اور امریکہ کے تاجرون کو ایام تعطیل خوش خوش گذارنے کا بہترین موقع ملے گا،

واشنگٹن (امریکہ) کے ایک کارخانہ نے دو بہت بڑے بڑے مدور آرے، بڑے تناور درختون کو کاٹنے کے لئے بنائے ہین، یہ دنیا کے سب سے بڑے آرے ہین، ان مین سے ہر ایک ۴۰۰ پونڈ کی لوہے کی چادر سے بنایا گیا ہے اور ہر ایک کا وزن ۹۵۰ پونڈ ہے، اس کی لمبائی ... فٹ ہے اور جس وقت وہ چلتے ہین تو انکی رفتار ۱۳۰ میل فی گھنٹہ کی ہوتی ہے،

امریکہ کے ایک خطاط نے یہ کمال کیا ہے کہ اوس نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے جس کے ذریعہ ایک مربع انچ جگہ مین ۱۰ لاکھ الفاظ لکھ سکتے ہین، اس کے معنی یہ ہوے کہ وہ اس مختصر جگہ مین ۸۰ مکمل بائبل لکھ سکتا ہے، اس ایجاد و کمال نے جہان عام طور سے موجد الفریڈ مکورن کیلئے شہرت و عزت حاصل کی ہے وہین بعض شعبون مین اس سے عام بے چینی پیدا ہوگئی ہے، مثلاً ایام جنگ مین اس طریقہ سے بڑے بڑے پیغامات صرف ایک بٹن کے ایک حصہ پر لکھے جا سکتے ہین، ایک چھوٹے سے بٹن پر شکسپیر کی تمام تصانیف کندہ کیجا سکتی ہین، موجد کا ارادہ ہے کہ وہ تمام اہم تصانیف، تواریخ و واقعات کو اسی طرز سے کسی نہ خراب ہونیوالی دھات پر لکھ کر ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دے اس طرح دنیا کا بڑا سے بڑا کتب خانہ بھی آپ ایک ڈبیہ مین رکھ کر دنیا کی سیر کر سکتے ہین،
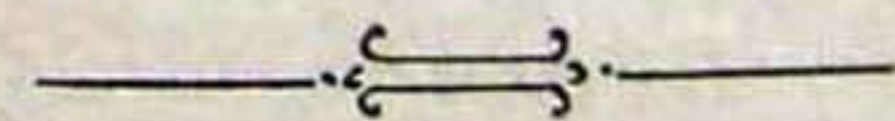
امریکہ کی دولت، اور اسکی حکومت کی آمدنی کا اس کے خرچ سے پتہ چل سکتا ہے:-

محکمہ	رقم	محکمہ	رقم	محکمہ	رقم ڈالر

پولس وقیام امن ۱۱۷۴۲۴۵۰ ڈالر، عدالت، ۴۰۹۵۹۰۸۱۰ ڈالر، امداد غربا، ۲۶۳۶۹۶۹۷۱، حفظان صحت ۲۱۱۸۴۵۲، حفاظت از آتش ۲۶۳۰۷۱ ۲۵ ڈالر، تعلیم تفریح ۱۱۲۳۱۷۹۴ ۰، تجارت ۵۷۸۸۵۵۸۷۷، مجالس بلدیہ ۵۶۹۸۹۱، بازار عامہ ۱۶۹۰۳۰۳۰،

ادبیات

درس شفقت

از جناب شبیر حسن صاحب جوش ملیح آبادی، مترجم ادبیات دارالترجمہ حیدرآباد دکن

...نے کو مسلسل جنبش ہی راحت کا جہان مین نام نہین
اس عالم سعی و کاوش مین دم بھر بھی ہمین آرام نہین

...بزم فنا کا ہر ذرہ بیچینیون کے انبوہ مین ہے
اک رعشہ بیہم کاہ مین ہے اک لرزش پنہان کوہ مین ہے

...ہی فضا پر تشنہ لبی، مفقود یہان سیرابی ہے
ہر جسم مین اک بیچینی ہے، ہر روح مین اک بیتابی ہے

...کی سماعت مضطر ہے عشرت کے ترانے سننے کو
ہر "نقص" کا دامن پھیلا ہے "تکمیل" کی کلیان چننے کو

...جوش ہے قلب بستی مین مینار فلک پر چڑھنے کا
اک رو ہے ترقی کرنے کی، اک زور ہے آگے بڑھنے کا

...کی گرج ہے سینون مین بجلی کی کڑک جذبات مین ہے
اک شور جہان مین برپا ہے اک حشر سا موجودات مین ہے

...ن گولا رقص مین ہے آندھی یہ شرف پانے کیلئے
جو موج ہے پیچ و تاب مین ہے دھارے سے الجھ جانے کیلئے

...غ کے جگر مین ہے یہ خلش کلیون کا تبسم آئے ہمین
کلیون کا تبسم اس دھن مین، پھولون کی ہنسی آجائے ہمین

...دن یہ شعلے لوٹتے ہین گو ندی یہ تفوق پانے کو
چنگاریان مرغ بسمل ہین تارونکی جگہ پا جانے کو

...م کو دھن ہے شمع بنے مضطر ہے پگھل جانے کیلئے
ہر سنگ کا سینہ جلتا ہے پارس مین بدل جانے کیلئے

...ہر قطرۂ دریا غلطان ہے موتی پہ تسلط پانے کو
ہر ذرۂ صحرا اڑتا ہے خورشید سے ٹکر کھانے کو

...ان مین خلش ہے پھولون سے امید کا دامن بھرنے کی
ہر شئے کے دھڑکتے سینے مین خواہش ہے ترقی کرنے کی

(۲)

...سان کی ندا ہے یہ خواہش ہمت جو دلون مین بھرتی ہے
انسان کو بلندی کی جانب ہر وقت پکارا کرتی ہے

معارف: اس لفظ کی فارسی ترکیب جائز نہین،

ہر قطب میں یونہی یہ جذبۂ رفعت کی تمنا بھرتا ہے
جس طرح زمین کا زور کشش اجسام کو کھینچا کرتا ہے

"خواہش" ہی دکھاتی ہے رستہ ہستی کی مہم سر کرنے کا
"خواہش" ہی اشارہ کرتی ہے دنیا کو سخر کرنے کا

ہر چند یہ "خواہش" نادر ہے لیکن یہ عجب نظارا ہے
یہ حور بہشتی دنیا میں بے عقل سلیم آوارہ ہے

گمراہ بنا دے یہ "خواہش" ہمراہ گر استدلال نہو
جب عقل ہی دھوکا دیجائے کیونکر نہ [illegible]

یہ "خواہشیں" بے امداد خرد آشفتہ بنا دیتی ہیں ہمیں
رفعت کے بجائے ذلت کے غاروں میں گرا دیتی ہیں ہمیں

بھولے سے نہ لاہ عاقل ہے اگر جذبات طلب کو جنبش میں
جبتک نہ توازن پیدا ہو مضبوط دلیل اور خواہش میں

افسوس وہ "کوشش" جو دل کو سرمایۂ سوز و ساز نہ دے
اے وائے اگر "نسا باقی" کی ہمت کو ضمیر آواز نہ دے

(۳)

گو "خواہشیں" اکثر دوزخ میں انسان کو پہنچا دیتی ہیں
اس وقت مگر جب "سست دلیلیں" انکو بھکا دیتی ہیں

گو عقل کا استدلال غلط "تدبیر" کو الجھا دیتا ہے
ہر حال میں لیکن "خواہش" اک شفاف و درخشاں جذبہ ہے

اس وقت بھی جب عصیان کی بدولت دل میں کثافت رہتی ہے
انسان کے سینے میں "خواہش" لبریز لطافت رہتی ہے

(۴)

وہ چور جو شب کو پردے میں سرقے کی غرض سے آتا ہے
جی کھول کے جو بیرحمی سے اسباب اٹھا لیجاتا ہے

اک ایسی ہی "خواہش" اسکو بھی چوری کیلئے اکساتی ہے
جسطرح کہ "خواہش" نورانی دیوتاؤں میں پائی جاتی ہے

سارق بھی فرشتوں ہی کیطرح تسکین دلی کا جویا ہے
سارق نے مگر نادانی میں تسکین کا رستہ کھویا ہے

"خواہش" میں ملائک اور مجرم دونوں کو برابر پایا ہے
فرق اتنا ہے وہ مسرور ہے اور یہ سر پہ مصیبت لایا ہے

تسکین کی رغبت ہر دل میں رفتار کی قوت بھرتی ہے
پیغمبر و کافر دونوں کو "خواہش" ہی منور کرتی ہے

ہر مرد کہ زن دونوں میں یکسوئی کی خواہش یکساں ہے
قسمت سے وہ سیدھی راہ پہ ہے وہ یہ راہ بھٹک کر حیراں ہے

عابد نے یہ سمجھا یکسوئی انکو گرا کر ملتی ہے
قاتل نے یہ سمجھا انسان کا وہ خون بہا کر ملتی ہے

صوفی نے یہ سمجھا وہ دل کے پیمانے میں مل جائیگی
میکش کی سمجھ میں یہ آیا میخانے میں مل جائیگی

صوفی کی طرح سے میکش کے دل میں بھی طلب ہے راحت کی
سیدھی نہ ملی یوں راہ اسے یہ بات ہے کوئی نفرت کی!

(۵)

ہر کشور بداعمالی میں "خواہش" ہی حکومت کرتی ہے
ہر بزم گنہ کی مسند پر "خواہش" ہی صدارت کرتی ہے

ہر فرد عمل کے چہرے پر "خواہش" ہی کی زریں تابش ہے
ہر ظلمت عصیاں کے پیچھے شفاف و درخشاں "خواہش" ہے

جتنے بھی زمیں پر مجرم ہیں "خواہش" ہی کے زیر فرمان ہیں
ہر جرم سیہ کے محضر پر "خواہش" ہی کی مہریں تاباں ہیں

مختصر ان تصریحوں سے ہم پر یہ حقیقت کھلتی ہے
کہتے ہیں جسے دنیا میں بدی "بھٹکی ہوئی" اک نیکی ہے

(۶)

مخلوق کا کوئی جرم نہیں، خالق پہ کوئی الزام نہیں
چھائیں میں گھٹائیں نیکی کی دنیا میں بدی کا نام نہیں

یہ حال ہے جب ہر نیکی کو پیغام دغا کیوں دیتے ہو
اے جاہل و غافل انسانو! مجرم کو سزا کیوں دیتے ہو؟

دیتے نہیں اسکی آنکھوں کی اصلاح کا موقع دنیا کو
اور پھر بھی توقع رکھتے ہو ٹھوکر نہ لگے نابینا کو

وہ راہ میں ترچھا چلتا ہے، تم اس کو ظالم کہتے ہو
ٹکرا کے وہ جب گر پڑتا ہے، قانون کا مجرم کہتے ہو

حاکم کے جنوں سے لیکے مدد زنداں میں اسے پہنچاتے ہو
دنیا پہ تباہی لانے کی تم اسکو روش سکھلاتے ہو

کیوں اس کو قفس میں رکھا ہے وہ بام حرم کا طائر ہے
آیا ہے بھٹک کر دیر میں جو، گمراہ نہیں ہے، زائر ہے

جو مست طرب آزادمنش رہتا ہے سدا میخانوں میں
ہے اصل میں وہ بھی دنیا کے معصوم ترین انسانوں میں

پایا پاک ملائک کی صورت، انکے بھی مقاصد پاک نہیں
فرق اتنا ہے سیدھی راہوں کا انکو ابھی ادراک نہیں

حیرت ہے مجھے، وہ بیچارہ کیوں سب کی نظر سے گرتا ہے؟
بھولے سے جو راہ عصیاں کی ظلمت میں بھٹکتا پھرتا ہے!

تلقین کر اے معبود ہمیں بھٹکوں کو ہدایت کرنے کی
توفیق عطا کر انسان کو گمراہوں پہ شفقت کرنے کی!

"سرودِ مرغِ سحر"

از

جناب اکبر منیر صاحب ایم اے پرشین پروفیسر ملتان کالج سیاح ایران و عراق

جناب اکبر منیر صاحب کا تعارف ہم اس سے بہت پہلے بزم معارف کو ڈاکٹر اقبال کی وساطت سے کرا چکے ہین، اس وقت تک وہ ایران ہی مین تھے، اب وہ ہندوستان واپس آگئے ہین، اور ملتان مین مقیم ہین،

ایک تو فارسی شاعری کا مذاق شاید فطری ہو، مگر انکی نظمون پر ایک نظر ڈالنے سے بھی یہ راز کھل جاتا ہے کہ ایران کی سیاحت نے انکی فارسی زبان کو بہت کچھ متاثر کیا ہے، اور جدید فارسی شاعری جواب ایران مین رواج پارہی ہے انکی نظمون مین اس کا رنگ صاف نمایان ہے، آج تک ہندوستان کے جدید فارسی گو بھی، فارسی کی پرانی ہی زبان ومحاورہ اور تخیل کی تقلید کو اپنا معیار سمجھ رہے تھے، ہندوستان مین غالباً ایران کی جدید فارسی شاعری کا پہلا مقلد، یا پہلا شاعر، اکبر منیر صاحب ہی ہین اس نظم "سرودِ مرغِ سحر" کو پڑھئے تو اس کے توازن شعری اور موسیقیت مین آپ کو مرغ سحر کی آواز سنائی دے گی،

ہم نہایت مسرت کے ساتھ ناظرین کو یہ مژدہ بھی سناتے ہین کہ ہمارے اس جدید فارسی شاعر کی ان فارسی نظمون کا مجموعہ "ماہ نو" کے نام سے عنقریب نور ظہور ہونے والا ہے

(۱)

من پیک آسمانم

من مرغ نغمہ خوانم ، آہنگ دلستانم

یک پارۂ از جانم

دردِ دلِ جہانم

آتش ہمی فشانم

من مرغ نغمہ خوانم من پیک آسمانم

(۲)

من نغمہ می سرایم

از خلق دلربایم

بے برگ وبے نوایم

نے شاہ نے گدایم

گردون بزیر پایم

پیغام آشنایم

من مرغ نغمہ خوانم من پیکِ آسمانم

(۳)

من مرغِ نوبہارم

دیوانۂ نگارم

گہ موجِ جویبارم

گہ بادِ کوہسارم

منقار شعلہ بارم

شمشیرِ آبدارم

من مرغِ نغمہ خوانم من پیک آسمانم

(۴)

آمد گل بہاران

شد صبحِ میگساران

شد شام روزہ داران

خوانم پیامِ یاران

در بزمِ آبشاران

ہر طرفِ جویباران

من مرغِ نغمہ خوانم من پیکِ آسمانم

(۵)

آزادئِ سرودم

آبادئِ وجودم

آئینۂ شہودم

میزانِ دیر وزودم

سازِ زیان وسودم

رازِ نبود بودم

من مرغِ نغمہ خوانم من پیکِ آسمانم

(۶)

من شاہبازِ نغمہ خوانم

گلہائے راز بویم

سرِ نیاز گویم

سرِ نیاز گویم

راہِ حجاز پویم

ہنگامہ ساز ہویم

من مرغِ نغمہ خوانم من پیکِ آسمانم

(۷)

مہرِ افق بروں شد

بر چرخِ نیلگون شد

یک عالمے نگون شد

یک عالمے بخون شد

مغرب زغم زبون شد

مشرق بہ چند و چون شد

من مرغِ نغمہ خوانم من پیکِ آسمانم

(۸)

ہمرہ شدم صبا را

ہمدوم این فضا را

دل خون شد از تو ما را

دلدادۂ ای فنا را

نشناختی بقا را

خوابِ تو خواب خارا

من مرغِ نغمہ خوانم من پیکِ آسمانم

(۹)

پر نور آسمان شد

ہر ذرّہ زر فشان شد

بر راہ کاروان شد

خوابِ تو بس گران شد

چون جسم بے روان شد

چون مرگ جاودان شد

من مرغِ نغمہ خوانم من پیکِ آسمانم

(۱۰)

برخیز و روح جان شو

ہمراہِ کاروان شو

چون پیک راستان شو

با مہر ہم عنان شو

خواہی بمن روان شو

بر جادۂ جان شو

من مرغِ نغمہ خوانم من پیکِ آسمانم

بابُ التّقریظ والانتقاد

تصوّفِ اسلام

مصنّفہ مولوی عبد الماجد صاحب بی اے

دنیا مین فلسفہ کی غایت انہماک، وتحقیق وغور کے دو ہی نتیجے نکلتے ہین، یا عقل انسانی، خود سر اور بیباک ہو کر الحاد کے جاہلانہ تکبر مین گرفتار ہو جاتی ہے، اور یا اپنی عاجزی، درماندگی اور اسرار عالم کی پیچیدگیون کے حل کرنے مین اپنے ناخنِ فکر کو بیکار سمجھکر مقامِ حیرت مین آجاتی ہے، اس دوسری منزل کی سرحد تصوّف سے آکر ملجاتی ہے، علمائے اسلام مین بھی متعدد ایسے اشخاص کا حال ہمین معلوم ہے جو انھین منزلون سے ہو کر صراطِ مستقیم تک پہنچے ہین، مولانا رومی کا قال سے حال، اور ظاہر سے باطن کی طرف جانا انکی مثنوی کے صفحہ صفحہ سے نمایان اور ان کے تاریخ زندگی سے ثابت ہے، امام غزالی نے تفلسف سے تصوف تک جس طرح منزل بمنزل راستہ طے کیا اس کا حال انھون نے خود اپنے رسائل مین لکھا ہے،

ہمارے عزیز ترین دوست جناب مولوی عبد الماجد صاحب بی اے نے جنکا لقب پہلے "فلسفی" تھا اور اب "صوفی" ہے اور بقول خواجہ حسن نظامی صاحب دونون ملاکر "فلسفی شاہ" ہے، وہ بھی انھین منزلون سے گذر کر مجاز سے حقیقت کی طرف آئے ہین، فلسفہ کا شوق، پھر تفلسف پھر انکار، پھر تذبذب، پھر لا ادریت، پھر عام صوفیانہ لٹریچر کا شوق، پھر قرآن پاک اور بالآخر احادیث کے مطالعہ سے سچّے اور صحیح اسلامی تصوف کی تلاش کی منزلین یکے بعد دیگرے اُن کے سامنے گذری ہین،

اور اب شاید وہ زمانہ قریب آنیوالا ہے جب ہم انھین، محدث صوفی کے نام سے یاد کرین، اور اس وقت
شاید خواجہ صاحب کو ان کے دوبارہ دوسرے سرے کے "بد مذہب" ہونے کا ماتم کرنا پڑے گا
اور ہم خوش ہو کر کہین گے،

آمدان یارے کہ ما می خواستیم،

مولوی عبدالماجد صاحب کی عربی استعداد ابتداءً کچھ زیادہ نہ تھی، مگر اس علمی اور فکری سیر فی الآفاق مین انھون نے اس درجہ ترقی کر لی کہ "وہ جمعیۃ العلماء کے رکن باقاعدہ تو بنائے ہی جا چکے ہین، اب علماء کی جماعت کے بھی وہ بے تکلف رکن ہو سکتے ہین، ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اور اس لئے زیر تبصرہ عربی کتابون کے سمجھنے مین انھین کوئی دقت نہین پیش آئی ہے،

مولوی صاحب نے جن اسلامی صوفیانہ کتابون کا مطالعہ کیا، ان پر وقتاً فوقتاً وہ تبصرہ بھی لکھتے رہتے تھے، جن مین سے بعض، اردو رسائل مین شایع ہو چکے ہین، اور انھین تبصرون کا مجموعہ تصوفِ اسلام ہے، اس کتاب مین مصنف نے چوتھی صدی سے لیکر نوین صدی تک کے ان اکابر صوفیہ کی صوفیانہ تصانیف پر تبصرہ کیا ہے، جو تعلیم تصوف کے درسِ نصاب کے ضروری اجزاء ہین، یہ تمام تبصرے ایک ایک مستقل باب یا تاریخ تصوف کے ایک ایک دور کی حیثیت رکھتے ہین اور اسی لئے وہ تاریخی ترتیب کے ساتھ مرتب کئے گئے ہین اس طرح وہ حسب ذیل ابواب پر منقسم ہین:-

باب اول	کتاب اللمع	(شیخ ابو نصر سراج رح)	سنہ ۳۷۰ھ
باب دوم	کشف المحجوب	(شیخ علی عثمان ہجویری رح)	سنہ ۴۶۵ھ
باب سوم	رسالہ قشیریہ	(استاد ابو القاسم قشیری رح)	سنہ ۵۶۵ھ
باب چہارم	فتوح الغیب	(شیخ عبدالقادر جیلانی رح)	سنہ ۵۶۱ھ

باب پنجم	عوارف المعارف	(شیخ شہاب الدین سہروردی رح)	سنہ ۶۳۲ھ
باب ششم	منطق الطیر	(شیخ عطار رح)	سنہ ۶۲۷ھ
باب ہفتم	لوائح	(مولانا جامی رح)	سنہ ۸۹۸ھ

ہر باب مین پہلے زیر تبصرہ کتاب اور اس کے مصنف کے نام کی تھوڑی تقریب ہے، اور اسکے بعد مصنف کے جلی عنوان کے نیچے، ان بزرگ کے حالات و سوانح ہین، پھر تصنیف کے زیر عنوان اس کتاب کے وسیع مباحث اور اس کے مضامین کی تشریح، اور اس کے ابواب اور فصول کی تفصیل ہے، ان کتابون کے مصنف اپنے اپنے عہد کے مشہور شیخ اور فن تصوف کے مستند ترین معلم اور امام ہین، اسلیے ان کتابون مین تصوف کی جس طرح تشریح کی گئی ہے اور جن حقایق کو سپرد قلم کیا گیا ہے، اور تصوف کے جن مقامات و منازل کو انھون نے بتایا ہے، ان کو نہایت بسط کے ساتھ لکھا گیا ہے، ان تفصیلات سے یہ چیز آئینہ ہو جاتی ہے کہ ان کے نزدیک اصل تصوف کیا ہے، اس کے ضروری اجزا کیا ہین، اور اسکی تعلیمات کیا ہین، ان کتابون کی تاریخی ترتیب کی بنا پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر قرن مین اور ہر دور مین تصوف کے حقائق، تعلیمات و مسائل مین کیا تغیرات پیدا ہوتے رہے، مولوی صاحب نے اکثر ان مضامین کی تفصیل کرتے ہوئے کتاب کے اصلی عربی اور فارسی عبارتین مع ترجمہ نقل کی ہین، اس بات کے لئے یقیناً بڑا سلیقہ درکار ہے کہ کسی سمندر مین غوطہ لگا کر موتی الگ نکال لائین، اور چمکتی ہوئی سیپ کو الگ کر دین ہمارے فاضل دوست نے اپنے اس سلیقہ کا اس باب مین نہایت عمدہ ثبوت دیا ہے، اور ہم کہہ سکتے ہین کہ اس کتاب نے اسلامی تصوف کو نہایت خوبی سے نمایان کیا ہے،

آجکل جب تصوف ایک قسم کا صرف فلسفہ، اور نظریہ، اور چند الفاظ کے گورکھ دھندے کا نام رکھ لیا گیا ہے، اسکو شاعرانہ تخیل اور قصص و حکایات کے ذریعہ سے صرف زبان و قلم کی لذت کا

سامان کر دیا گیا ہے، اور یہ سمجھا اور سمجھایا جاتا ہے کہ حقیقت باطنی ہے، اور شریعت ظاہری اور جزوی
ان کتابون کے مطالب کی روشنی مین معلوم ہوگا کہ تصوف سرتاپا عمل ہے، اور قلب و روح کے علم و
عمل اور مغز شریعت کی اصل تعلیم و تعمیل ہی، اس طرح یہ کتاب موجودہ صوفیانہ ادبیات کے اندر
تجدید و اصلاح کی ایک کامیاب کوشش ہے، اور یہ کھل جاتا ہے کہ ان بزرگان دین کے نامون
سے جو کچھ کہا جاتا ہی اور جو کچھ حقیقت مین وہ کہتے ہین ان مین کتنا فرق ہے ؟

ان مصنفین مین سے ہر بزرگ اپنے اپنے مرتبہ کے لحاظ سے اولیائے کاملین مین داخل
ہین، ان مین سے متعدد بزرگ تصوف کے متعدد خانوادون اور طرق تعلیم کے بانی ہین، اور عوام و
خواص مین انکی ذات کے ساتھ یکسان عقیدت قائم ہے، لیکن جب ان بزرگون کے حالات کبھی
لکھے، یا زبانی محفلون مین بیان کئے جاتے ہین تو انکی بزرگیون کے ثبوت مین صرف دور از کار
قصص، اور نامعتبر کرامتون کو جگہ دیجاتی ہے، اس کے مقابلہ مین "تصوف اسلام" کے فاضل مصنف نے
صرف ان کے معتبر سوانح، اور عالمانہ حالات، اور انکی تعلیمات و کیفیات روحانی کو انکی بزرگی کے
دلائل و شواہد مین پیش کیا ہے، اور اس سے یقین آجاتا ہی کہ تصوف اسلام کا حقیقی سرچشمہ یقیناً کتاب
الٰہی اور سنت نبوی ہی، اور یہی اسکی صداقت کے اصلی معیار ہین، رسالہ قشیریہ کے تبصرہ مین فاضل
مصنف لکھتے ہین:-

"جب ان نام نہاد صوفیہ کی اخلاقی پستی حد سے گذر گئی، عبادت و طاعات مین انہماک
کے بجائے، ان کے ساتھ استخفاف، شروع ہوگیا، شریعت کے اتباع کے بجائے اوسکی
خلاف ورزی کو اپنے لئے باعث فخر سمجھنے لگے، اور روحانیت سے کوئی واسطہ نہ رہا، اور
سرتاسر نفسانیت غالب آگئی تو مخالفین کو حقیقت تصوف سے انکار اور معترضین مسلک کو
حقیقت پر اعتراض کے مواقع کثرت سے ملنے لگے، ایسی حالت مین مصنف کو ضروری معلوم ہوا

کہ اس جماعت کی خدمت مین ایک رسالہ پیش کیا جائے جس مین صوفیہ صافیہ کے حالات
کا بیان اور ان کے اخلاق، عبادات، عقائد و معاملات وغیرہ کا ذکر ہو"،

پانچوین صدی مین رسالہ قشیریہ کی تصنیف کی نسبت جن اسباب مصالح اور ضرورت کا
ذکر اس عبارت مین کیا گیا ہے، بعینہ آج چودھوین صدی مین اس تصوف اسلام کی تصنیف کی
غرض و غایت کہی جاسکتی ہے،

ان بزرگون کے احوال و سوانح کی تفصیل مین مصنف نے عموماً صوفیانہ تذکرون کو اپنا اصل
ماخذ بنایا ہے اسی کے ساتھ انکی تصنیفات کے اندر خود ان کے حالات و سوانح کے جو اجزا ہاتھ
آئے ہین، ان کو بھی نہایت کوشش سے یکجا کر دیا ہے، یقیناً یہ ان کے خود نوشت واقعات اور انکے
احوال زندگی کے متعلق معتبر ترین سند ہین، لیکن ان ماخذون سے ہٹ کر ان بزرگون کے متعلق
علماء و اکابر کے سیر رجال، اور طبقات مین بھی بہت سے حالات مل سکتے تھے، خصوصاً استاذ
ابو القاسم قشیریؒ، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، اور شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے متعلق تو واقعات کا
بڑا انبار ہے، مگر معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ مصنف کا اصل منشا ان بزرگون کے واقعات و سوانح کا فراہم
کرنا نہ تھا، یہ ضمنی بحث تھی، اسلیے اونکی طرف زیادہ اعتنا نہ کی تاہم اس ضمن مین استاد قشیری کے
حال مین مصنف کا یہ لکھنا کہ "تذکرون مین (انکے) حالات بہت مختصر ملتے ہین" حقیقت سے دور ہے،
طبقات شافعیہ للسبکی، اور ابن خلکان مین مفصل حالات ہین، خصوصاً ملک شاہ سلجوقی کے عہد مین
اشاعرہ کے خلاف جو فتنہ اٹھا تھا، اور سلطنت نے ایک نافہم وزیر کے اشارہ سے جس طرح اس
فرقہ اہل سنت کا استیصال کرنا چاہا تھا، اور امام قشیری نے جس طرح پر زور سلطنت کا علی الاعلان
مقابلہ کیا، اور تمام دنیائے اسلام مین اپنی صدائے حق سے زلزلہ پیدا کر دیا، اور جس طرح بالآخر
سلطنت سلجوقی کے وسیع حدود کو خیرباد کہا، اور پھر بالآخر نظام الملک نے وزیر ہو کر جس طرح

اس فتنہ کو دور کیا، اُستاد کے اس جہادِ عظیم کی طرف مختصر اشارہ بھی ضروری تھا، بغداد اور مدرسۂ نظامیہ
مین ان کے وعظ کی محفلون کے پر اثر حالات کی تصویر کشی بھی مناسب تھی، اسی طرح شیخ ابو النجیب سہروردی
رحمۃ اللہ علیہ کے عالمانہ حالات، اونکی تدریس کی کیفیت اور جامعۂ نظامیہ کی صدارت، اور ان کے
عہد مین مدرسۂ نظامیہ مین کسی درسگاہ کی تاریخ مین پہلی "اسٹرائک" دلچسپ واقعات تھے، شیخ عبد القادر
جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کی پرتاثیر محفلون کے بیان مین بھی بڑی کیفیت آتی، مولانا جامی کے
حالات شعراء کے تذکرون سے نہین لئے، شاید اختصار کو مدِ نظر رکھ کر ایسا کیا ہے تاکہ اصل مقصد
سے دور نہ ہو جائین،

ہمنے آغاز مین ہر کتاب کا سال تصنیف بھی لکھدیا ہے، جس سے یہ معلوم ہوگا کہ اس کتاب
کا تعلق کس صدی سے ہے، یا یہ کس صدی کے تصوف کی تشریح ہے، ان سات کتابون مین سے
پانچ کتابین، تاریخ وار ایک ایک صدی کے بعد تقریبًا لکھی گئی ہین، چھٹی اور ساتوین صدی کی دو دو کتابین
لیگئی ہین، اور اس کے بعد شیخ عطارؒ (۶۲۷ھ) اور مولانا جامیؒ (۸۹۸ھ) کے بعد ایک صدی
یعنی آٹھوین صدی کا بڑا طفرہ رہ گیا ہے، اور گویا اس طرح ساتوین صدی کے آخر اور آٹھوین صدی
کے آغاز و وسط کا حال نظر انداز ہو گیا ہے، اس موقع پر مولانا رومیؒ (۶۷۲ھ) کی مثنوی پر مختصر گفتگو
بھی نہ ہونی تعجب انگیز ہے، شاید مصنف نے اس لئے ان سے تعرض نہ کیا کہ ان کو چھیڑنا ایک مستقل
دفتر کا آغاز کرنا تھا، لیکن بہرحال سلسلۂ تصوف کی ایسی اہم کڑی کو بالکل چھوڑ دینا، اس کے سلسلہ کو ناتمام
کر دینا ہے، اس کے بعد آٹھوین صدی کے لسان الحال کے طور پر کسی بزرگ کو ضرور لینا تھا، ہمارے
خیال مین یہ منصب اس موقع پر ہندوستان کے حصّہ کے لحاظ سے شیخ نظام الاولیاءؒ دہلوی علیہ الرحمۃ
(۷۲۵ھ) کی فوائد الفواد کو ملنا چاہئے تھا، یا شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ بہاری (۷۸۲ھ) کی مکتوبات
کے
کو اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی مکتوبات پر ہوتا، تو یہ کتاب دسوین صدی تک

بردار اور ہر خانوادۂ تصوف کی آئینہ بردار ہو جاتی، مصنف نے دیباچہ مین یقین دلایا ہے کہ
اس وقت بمصالح جلدی ہے، انشاء اللہ اس کتاب کے طبع ثانی مین اسکو اور مکمل کر دینگے،
ناظرین سے درخواست ہے کہ اس طبع اول کو جلد خرید کر اس بات کا موقع بہم پہنچائین کہ اپنے
فاضل دوست کو ان کے اس وعدہ کے ایفا پر مجبور کر سکین،

کتاب ۲۰×۲۶ کی تقطیع پر ۱۲۸ صفحون پر تمام ہوئی ہے، کاغذ سپید چکنا نہایت عمدہ
لگا ہے، لکھائی چھپائی کی نسبت ہم خود کچھ نہین کہہ سکتے کہ یہ ہمارے ہی مطبع معارف مین چھپی ہے،
لیکن لوگ کہتے ہین کہ اس مطبع کی لکھائی چھپائی، اور حسن اہتمام تعریف سے مستغنی ہے اور خصوصًا
یہ کتاب نہایت عمدہ لکھی اور چھاپی گئی ہے، دار المصنفین اعظم گڈھ، اور دفتر الناظر لکھنؤ سے ملیگی،
قیمت عمر ہے،

مطبوعات جدیدہ

رباعیات شیخ ابوسعید ابوالخیر، ابتدائی عہد سلجوق کے چار مشہور رباعی گویون مین شیخ ابوسعید کو اس حیثیت سے اولیت کا رتبہ حاصل ہے کہ انھون نے سب سے پہلے صوفیانہ خیالات کو اس خاص طریقہ مین ادا کیا، عہد موجودہ مین سب سے پہلے ایتھی نے ۱۸۷۵ء اور ۱۸۷۷ء مین ان کی ۹۲ رباعیون کو منظوم ترجمہ اور ایک مقدمہ کے ساتھ شائع کیا، اس کے بعد روسی مستشرق روکسکی نے ۱۸۹۹ء مین دو جلدون مین ان کتابون کو شائع کیا جو ان کے حالات و تعلیمات پر بہترین روشنی ڈالتی تھین، ایران مین ان کا کلام متعدد بار خیام، باباطاہر وغیرہ کے کلام کے ساتھ شائع ہوا، ہندوستان مین اب سے چند سال پہلے پروفیسر کے، ایم ہترا ایم اے اور مولوی عبدالعزیز منہاس نے لاہور سے انکی ۲۸ رباعیون کا چھوٹا سا مجموعہ شائع کیا تھا، اور اب مولوی محمود الحسن صاحب مولوی فاضل نے اسی شہر سے انکی ۴۰۳ رباعیان مع ترجمہ، توجیہہ، تشریح، و فوائد شائع کی ہین، ابتدا مین چند صفحون کا مقدمہ ہے، جس مین صوفی شاعر کے ناکافی حالات درج ہین اور اس کے بعد خیام سے سرسری طور سے مقابلہ کیا گیا ہے، ہم کو باوجود کوشش یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ مجموعہ کس نسخہ کو پیش نظر رکھ کر لکھا گیا ہے، کیونکہ دوسرے مطبوعہ مجموعون سے تعداد و ترتیب دونون مین بڑا فرق ہے، اس کے علاوہ بعض اشعار کے معنی غلط لکھے گئے ہین، غیر موزون الفاظ بھی استعمال ہوئے ہین، تشریح و توضیح مین "گفتن بوقت خاموشی و خاموشی بوقت گفتن" کے اصول پر عمل کیا گیا ہے، اس کے علاوہ کتاب معتقدانہ شان سے لکھی گئی ہے، جسمین جابجا بتایا گیا ہے کہ اس رباعی کو پڑھنے سے یہ فائدہ ہوتا ہے، دوسری کو ورد کرنے سے وہ فائدہ

فائدہ ہوتا ہے وغیرہ، تشریح و توضیح بھی بالکل معمولی ہے، اغلاط سے بھی خالی نہین، مثلاً پہلے ہی صفحہ پر وفات کا سال ۴۴۰ھ کے بجائے ۴۴۱ھ دیا گیا ہے، مجمع الفصحا نے ۴۴۰ھ دیا ہے، کتاب ۳۰۰ صفحات کی ہے، کاغذ معمولی ہے، طباعت قابل شکایت نہین، قیمت عمر، پتہ:- شیخ جان محمد الہ بخش تاجران کتب اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور،

اصحاب صفہ، علامہ ابن تیمیہ کا ایک رسالہ ہے جسے مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی نے اردو مین منتقل کیا ہے، چونکہ بعض متصوفین کا یہ خیال تھا کہ لفظاً اور معنیً دونون طرح تصوف کا ماخذ "صفہ" ہے اس لئے بعض غیر محتاط متصوفین نے اصحاب صفہ (اصحاب کا ایک گروہ) کے متعلق بہت سی غلط روایات مشہور کرکے ان کو اپنے احوال و کیفیات صوفیانہ کی سند قرار دے لی، اسلئے علامہ موصوف نے ان غلط روایات اور انکی بنا پر جو عقادات قائم ہو گئے تھے انکی کتاب و سنت کو پیش نظر رکھکر تردید کی ہے، اسی سلسلہ مین بعض اہم مباحث مثلاً "اولیاء اللہ کون لوگ ہین؟" "فقراء" "اولیاء اللہ کے القاب۔ قطب و ابدال" "خاتم الاولیاء" "نذر و منت" وغیرہ پر اپنے خیالات ظاہر کئے ہین، ساتھ ہی اہل صفہ کے صحیح اور سچے حالات بھی معتبر روایتون سے بیان کئے ہین، ہندوستان کے سلسلۂ اصلاح مین اس کتاب سے بڑا فائدہ پہنچے گا، ترجمہ عام فہم سلیس اور شستہ ہے، حجم ۷۲ صفحے کتابت و طباعت اچھی ہے، قیمت ۱۰، پتہ:- الہلال بک ایجنسی شیرانوالہ دروازہ لاہور

العروۃ الوثقیٰ، یہ علامہ ابن تیمیہ کے دوسرے رسالہ "الواسطہ بین الخلق والحق" کا ترجمہ ہے، مولوی فصیح الدین انصاری مترجم ہین، اس مین بتایا گیا ہے کہ "بندون کو اللہ تک پہنچنے کے لئے کس قسم کے واسطہ یا وسیلہ کی ضرورت ہے"، سب سے پہلے کتاب و سنت سے واسطے کے معنی بتائے گئے ہین، پھر خالق و مخلوق اور دنیاوی بادشاہون اور اون کی رعایا کے وسیلون مین فرق دکھایا گیا ہے، پھر رعایا اپنے دنیاوی بادشاہون کے حضور مین

جن وسائط و وسائل سے کام لیتی ہیں انہی کے مماثل خالق و مخلوق کے علائق سمجھنے سے مجتنب رہنے کی ہدایت کیگئی ہے، اسی سلسلہ مین "شفاعت" کے موضوع پر بھی مفصل بحث کیگئی ہے، سب کا لب لباب توحیدِ خالص کی تحقیق، شفاعتِ محمدی کی توضیح اور مکائدِ باطلہ سے اجتناب کی تعلیم ہے،

حجم ۹۰ صفحات کتابت وطباعت اچھی ہے، قیمت ۸؍ پتہ الہلال بک ایجنسی شیرانوالہ دروازہ لاہور

مقدس رسول، شدھی اور سنگھٹن کے اثر سے جہان سیاستِ ہند مین ایک انقلاب عظیم پیدا ہوگیا ہے وہان سرزمین ہند کی علمی فضا مین بھی نمایان تغیر رونما ہوا ہے، ہندوستان مین ہندو مسلمانون کا صدیون سے چولی دامن کا ساتھ ہے، دونون مین مصالحت بھی رہی ہے اور تنازع بھی، لیکن اس دو برس کے اندر ایک نے دوسرے کے خلاف جس قدر افسوس ناک غیر مہذب اور بیہودہ لٹریچر شائع کیا ہے اسکی مثال ہندوستان کی گذشتہ چند صدیون کی تاریخ شاید ہی پیش کر سکے، چند ماہ گذرے کہ دو کتابین "رنگیلا رسول" اردو مین اور "ترجیون ناگری" مین ہندو پریس سے شائع ہوئی تھین جنمین آنحضرت صلعم کی ذات اقدس پر بسلسلۂ ازدواج نہایت گستاخانہ طرز تحریر مین ناروا اور حماقت آمیز حملے کئے گئے تھے، مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے زیر تبصرہ کتاب مین انھی دونون کتابون کے جوابات دیئے ہین، "رنگیلا رسول" کے اکثر اعتراضات عیسائی مبلغین کی تصانیف سے ماخوذ ہین، لیکن مؤلف "رنگیلا رسول" نے ستم ظریفی یہ کی ہے کہ یورپ کے مصنفین نے سیرۃ کے جن صحیح واقعات کی تصدیق یا غلط روایات کی تکذیب کا اعتراف کیا ہے مؤلف نے ان مین بھی ترمیم و تحریف سے کام لیکر یورپ کے مصنفین کی طرف غلط انتساب کر دیا ہے، مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب نے ایک ایک واقعہ کے تار و پود دیکھ کر صحیح حالات منکشف کئے ہین اصل کتاب کے اشتعال انگیز تحریر کے متانت آمیز جوابات قابل ستائش ہین،

حجم ۸۰ صفحہ قیمت ۱؍ کتابت وطباعت معمولی ہے، پتہ :- دفتر اہلحدیث امرتسر،

مجلد پانزدہم | ماہ ذی القعدہ سنہ ۱۳۴۳ھ مطابق ماہ جون سنہ ۱۹۲۵ع | عدد ششم،

مضامین